

۹

از طبعات پروگرام انتشار استاد سلسلہ

حقیقت سعید لجھاں

مترجم اردو

پروفیسر

ٹیک شاہین
لودھی

الفوالم فیلخ فاحلۃ
الاجماع و التعلیل

www.KitaboSunnat.com

امام محمد بن علی شوکانی

فاروقی کتب خانہ بیرون بہرگیری پرانی بہرگیری وہ ملتان

*** توجہ فرمائیں ! ***

کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹر انک کتب.....

عامتقاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

مجلس التحقیق، الاسلامیہ کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ

لود (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔

متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔

دعویٰ مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹر انک ذرائع سے محض مندرجات کی نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

*** تنبیہ ***

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابط فرمائیں

ٹیک کتاب و سنت ڈاٹ کام

برائے تبصرہ

حقیقتِ تقليد و اجتہاد

ترجمہ القول المفید فی دلۃ الاجتہاد والتقليد

علامہ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ

ترجیہ و تعلیق

پروفیسر طبیب شاہین لودھی

ناشر

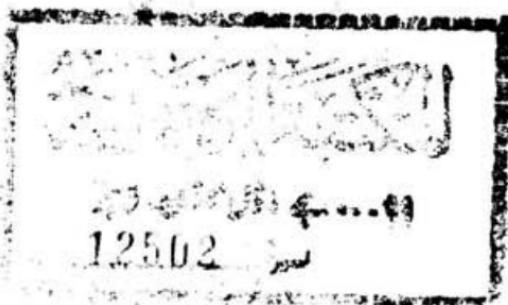
نشرالسنۃ، بیرون بوہرگیٹ ملتان

سلسلہ اشاعت تراجم نمبر ۲

۱۵۱، ۱۵

شوال - ۲ ترجمہ کے حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	القول المفید
مصنف	ام محمد بن علی مشوکانی
نام مترجم	طیب شاہین لودھی
کتابت	خلیل الرحمن حشمتی
طباعت	روحانی پریس مدنان
ناشر	فاروقی کتب خانہ مدنان
تعداد صفحات	۱۸۸
تعداد اشاعت	۴۰۰
بار	اکل
قیمت	۱۸ روپے



فہرست مصاہیں

نمبر شمار	صفحہ	مصاہیں	نمبر شمار	صفحہ	بنر شمار	صفحہ	مصاہیں
۱	۱۹	جواب	۵	۵			قدیم
۲	۲۰	مقلدین کی نویں دلیل	۱۳				مصنف کا توارف
۳	۲۱	جواب	۲۱				خطبہ کتاب
۴	۲۲	ادلو الامر کی اطاعت کی حقیقت	۲۲				مقلدین کی پہلی دلیل
۵	۲۳	مقلدین کی سویں دلیل	"				جواب
۶	۲۴	مقلدین کی دوسری دلیل	۲۵				مقلدین کی دوسری دلیل
۷	۲۵	مقلدین کے مقابلے	۲۶				جواب
۸	۲۶	تقلید اور اتباع میں فرق	۲۸				مقلدین کی پہلی دلیل
۹	۲۷	مقلدین کی گیارہوں نیل	۲۹				جواب
۱۰	۲۸	مقلدین کی چوتھی دلیل	۳۲				مقلدین کی چوتھی دلیل
۱۱	۲۹	مقلدین کی بارہوں دلیل	"				جواب
۱۲	۳۰	مقلدین کی پانچوں دلیل	۳۲				جواب
۱۳	۳۱	تقلید پر نہاد جامع کی حقیقت	"				جواب
۱۴	۳۲	حرمت تقلید پر امام رابعہ کی تصریحات۔ امام ابوحنیفہ	۳۵				مقلدین کی پہلی دلیل
۱۵	۳۶	امام مالک	۳۶				جواب
۱۶	۳۸	امام شافعی	۳۸				مقلدین کی ساتوں دلیل
۱۷	۴۰	امام احمد بن حنبل					جواب
۱۸							مقلدین کی آٹھوں دلیل

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین
۳۳	عمل بالحیثیت ہی رحقیقت آئمہ ار بعده کی موافقت سے،	۶۴	۳۲	تصویب مجتہد
۳۴	حرمت تقليد پر آئمہ اہل بیت کی تصریحات	۷۱	۳۳	اصول مسائل میں تعلیمی جائز نہیں
۳۵	ذہب مستقویٰ فرآن سنّت کو غسوخ کر دیا	۷۲	۳۳	تین قسم کے قاضیا گنہگار عالمی مقلد فاضی سے
۳۶	تقليد میں زیدیہ اور ہادیہ کا تعصب	۷۶	۳۴	جذش کے قریب قاضی کے لئے مجتہد ہدایہ ضروری ہے۔
۳۷	یہ میں اس تعصب کا سبب	۷۷	۳۸	مقدار فاضی کی بچپانگ مقلد فاضی کے لئے فتوحات
۳۸	تقليد اور رائے کی مذمتیں صحابہ اور بابین کے قول	۸۰	۳۹	دینا جائز نہیں مجتہد فاضی اور مقلد مستقوی
۳۹	رأے علم نہیں	۹۲	۴۰	علام ابن عبد البرؑ کے زدیک ابتیاع تقليد نہیں۔
۴۱	ایک عالمی اور مقلد میں فرق	۱۰۰		

تکیہ لیسے

مسئلہ تقليد و اجتہاد پھپکئی سو سال سے ایک معرکہ الارام سلمہ بنا ہوا ہے۔ تقلید کے قائمین دعویٰ کرتے ہیں کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اب تمہارے عین سکسی ایک کی تقليد کسے بغیر چارہ نہیں۔ ان کی آرائی اور اجتہاد سے اختلاف تشتت و افراق اور جاحت و سواد اعظم سے اخراج شمار ہو گا۔ بلکہ ایک امام کے مذہب کو چھوکر کر دوسرے امام کے مذہب کو اختیار کرنا بھی اخراج اور مقابل تعزیر ہے۔ اجتہاد کے قائمین کہتے ہیں کہ تقليد جائز نہیں۔ اجتہاد کا دروازہ قیامت تک کے لئے ٹھہڑا ہے۔ مسلمان کسی بھی زمانے میں اجتہاد کی ضرورت سے تنقیٰ نہیں ہے کتنے ہر وہ شخص جس میں اجتہاد کی شرط اٹھ جائے ہیں اجتہاد کرنے کی اہمیت رکھتا ہے مختلف ظروف و احوال کے تقاضوں سے ہدہ برآ ہونے کے لئے اجتہاد امت مسلم کا اجتنی فرضیہ ہے۔ صاحابِ کرام سے لے کر آج تک کسی زمانے میں بھی امت مجتہدین کے وجود سے خلی اور اس فرضیے سے غافل نہیں رہی۔ قرآن و سنت کی فصوص اور تاریخ تقدیر اس بروگواہ ہیں۔

تقلید امام غزالی "المخول" اور "المتصدقی" میں رقمطر از ہیں۔ التقلید ہو قبول قول بلا بحث۔ تقلید کسی قول کو بلا دلیل اختیار کر لینے کا نام ہے۔ پھر امام غزالی فرماتے ہیں کہ تقلید اصول و فروع میں حصول علم کا طریقہ نہیں ہے۔

لہ۔ المخول ص ۲۶۴ ۲۸۴
المتصدقی جلد ۲ ص ۲۷۳

لہ۔ المخول ص ۲۷۴

علام مجتبی اللہ "مسلم الشیوٹ" میں فرماتے ہیں "التقلید العمل
بقول الغیر من غير حجۃ غیر کے قول پر کسی دلیل کے بغیر عمل کرنے کا
نام تقلید ہے۔"

علام ابن الہاجم ان الفاظ میں تقلید کی تعریف کرتے ہیں التقلید العمل
بقول من لیس قوله احدی الحجج بلا حجۃ تقلید کسی ایسے شخص کے
قول پر بلا دلیل عمل کرنے کو کہتے ہیں جس کا قول دلائل (اربعہ) میں شامل نہیں ہوتا۔
علامہ قفال فرماتے ہیں۔ هو قبول القول وانت لا تعلم من این
قال یعنی تقلید کسی ایسے شخص کے قول کو قبول کر لینے کا نام ہے جس کے متعلق آپ نہیں جانتے
کہ اس نے یہ قول کہاں سے لیا ہے۔

علام سیف الدین الارمی کہتے ہیں۔ اما التقلید فعبارة عن العمل
بقول الغیر من غير حجۃ ملزمۃ تقلید غیر کے قول پر بغیر کسی ایسی دلیل کے
جو اس پر عمل کو الازم قرار دیتی ہو۔ عمل کرنے کا نام ہے۔

تقلید کی یہ چیز تعریف ہیں ہیں ان سب کا ایک بھی سفہ ہو یہ کہ دلیل پرچھے بغیر
کسی کے قول کو اختیار کر لینا تقلید ہے تقلید کی بہترین تعریف وہ ہے جو خود علامہ
شوکانیؒ نے کی ہے۔ التقلید هو قبول رائی من لا تقوم به الحجۃ بلا حجۃ
کسی ایسی بہتی کی رائے کو بغیر دلیل اختیار کر لینا جس کی رائے جدت نہیں تقلید کہلاتا ہے۔
"مسلم الشیوٹ" کی شرح فوایح الرحموت میں علامہ عبد العالی محمد بن نظام الدین رضی
اور دلیل کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ جدت سے مراد ہے دلائل اربعہ عین قرآن؎

لہ مسلم الشیوٹ من شرح فوایح الرحموت جلد ۲ صفحہ ۳۷۸
تہ ارشاد الغول ص ۲۶۵ تہ الاحکام فی اصول الاحکام۔ للآمدی جلد ۳ ص ۲۹۶

تہ ارشاد الغول ص ۲۴۵

سنت، اجماع اور قیاس۔ بنابریں علامہ آدمی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اجماع مجتہدین کی طرف رجوع کرنے تلقید کے زمرے میں نہیں آتے کیونکہ آپ سے کا قول اور مجتہدین کا اجماع بذات خود دلیل ہیں۔ اسی طرح ایک عام آدمی کا مفتی کے قول کی طرف رجوع کرنا اور عاصی کا شاپر عادل کی شہادت پر فیصلہ دینے تلقید نہیں کہلاتا۔ کیونکہ یہ بھی دلیل سے خالی نہیں۔

تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ دلیل اور بُرہاں سے مراد نص قرآنی یا وہ حدیث نبوی ہے جو صحت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو۔

اتباع اور تلقید جامد میں فرق

اہل علم اتباع اور تلقید جامد میں تفرقی سترتی پیش کسی ایسے قول کی طرف رجوع کرنا جس پر دلیل ہو۔ اتباع کہلاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ قرآن و سنت کی دلیل کے ساتھ اہل علم کی پیروی کی جائے۔ ایک عالمی کے قلب پر بھی یہ ہو دخاب رہنا چاہتے کہ حقیقی مطاع شارع ہے اور ایک مجتہد کی پیروی تو محض اس بناء پر ہوتی ہے کہ دلیل اس کے ساتھ ہے۔ تب یہ پیروی درحقیقت مجتہد کی نہیں بلکہ دلیل کی ہے۔ جہاں تک دلیل مجتہد کا ساتھ دے گی وہ اس کی اتباع کرے گا اور جہاں دلیل اس کا ساتھ چھوڑ دے گی وہ اس کا پیروی کا رہیں رہے گا۔ صحابہ کرام، تابعین اور آئندہ فقد کے حصر میں اتباع کا یہی مفہوم لیا جاتا تھا۔ اور ان کی اتباع اسی قسم کی سوتی تھی وہ ہمیشہ قرآن و سنت کی دلیل کی ملاش میں رہتے تھے۔ اتباع کے لئے کسی عالم یا کسی امام کو مخصوص کر لینا خواہ اس کے قول کی ناپس میں کوئی دلیل نہ ہوا اور کسی صورت میں اس کے دائرة اتباع سے باہر نہ مکلنے بلکہ اس امام کے قول کو ترک کرنا اسلام کے دائرة سے مکلنے کے مترادف سمجھنا تلقید ہے۔ یہی وہ

لہ۔ فوائد الرحموت جلد ۲۱ من ۲۳

تقلید ہے جو اس کتاب کا موضوع ہے۔ اسی تقلید کی قرآن و سنت میں مذمت آتی ہے۔ ہماری اس توضیح پر قران مجھ فقہ گواہ ہے۔

استقرار مذہبے قبل لوگ اپنے اپنے شہر کے علماء سے حسب ضرورت فتوی لے لیا کرتے تھے اور علماء فتوی دیتے وقت امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے احوال تلاش کرنے کی بجائے استفسار کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور افعال تلاش کیا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ منفی کے لئے جہاں بعض دوسری شرائط ضروری تھیں وہاں ایک شرط بھی لازم تھی کہ وہ ان احادیث کے استخصلہ پر قادروں سو جو فقہی احکام کی بنیاد ہیں جن کی تعداد بہرا درد تک پختگی ہے فہمی حدیث تو اس پر بہت سختی سے پابند تھے۔ بقول ابو علی ضریر امام احمد بن حنبل فتوی دینے کے لئے پانچ لاکھ احادیث کے استحضار کو ضروری قرار دیتے تھے۔

هم مشہور آئندۂ فقہ اور ان کے تلامذہ کے حالت کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ وہ لوگ تقلید سے محظوظ تھے۔ مہماں استبانات میں یک ایانت کے باوجود امام محمد بن الحسن شیخان، قاضی ابو یوسف اور امام زفر بے شمار مسائل میں اپنے اُستاد امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف کرتے نظر آتے ہیں۔ خود امام ابو حنیفہ نے بہت سے مسائل میں اپنے اساتذہ سے اختلاف کیا۔ امام مُزَنی اور امام احمد بن حنبل نے امام شافعی سے اختلاف کیا۔ امام شافعی نے بہت سے مسائل میں اپنے مشترم اُستاد امام مالک سے مصرف اختلاف کیا۔ بلکہ چند ایک مرکۃ الآراء مسائل میں اُن کے رضویوں پر کڑی تنقید کی گئی۔ خود امام مالک نے اپنے اساتذہ کی قدم بقدم پیری نہیں

علی ارشاد الغول ص ۲۵۷ میں مثلاً امام مالک کے نزدیک اہل مدینہ کا اجماع جمعت ہے، مگر امام شافعی نے اس پر کڑی تنقید کی ہے۔ اپنی کتاب "اختلاف الحديث" میں رقم طزان میں کہا ہل علم نے امام مالک کے اس اصول پر نقطہ چشمی کی ہے۔ میں بھی اسے صحیح نہیں سمجھتا۔ ارشاد الغول ص ۲۶۰

کی اگر تقلید کوئی مستحسن چیز ہوتی تو امام شافعیؓ کی تقلید کی بجائے ان
نفوں قدسیہ کی تقلید واجب ہوتی جہوں نے بلا واسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے علم حاصل کیا ہے اور آپ سے تفہیم کیا ہے۔ امام ابوحنینؓ بہت سے سائل
میں کبھی بھی حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے قول کو ترک نہ کرتے۔

پہلی تین چار صدیوں میں تم دیکھتے ہیں کہ بہت سے اہل علم جو امام ابوحنینؓ
یا امام شافعی کی طرف مشوّب ہیں۔ مگر باس ہمہ وہ بسا اوقات ان آئمہ سے اختلاف
کرتے نظر آتے ہیں۔ علامہ طحا وی کی کتاب شرح معانی الاتمار کا مطالعہ کریجی۔ بہت
سے سائل میں انہوں نے امام ابوحنینؓ کی رائے کو چھوڑ کر اس رائے کو اختیار کیا ہے
جس پر انہیں کوئی تقویٰ ترویل مل گئی۔ ادھر ابن خزیمؓ، ابن المنذؓ اور وارقطنی و حنفی
نے اصول استنباط میں امام شافعیؓ کی ابیان کے باوجود بہت سی جگہوں پر اُمان کی
مخالفت کی ہے۔

پھر ایک زمانہ ایسا بھی آیا جب آئمہ فقیہ کی آراء اور اجتہادات کو عمل ا عمل قرار
دے کر قرآن و سنت کو شاذی حیثیت دی جانے لگی۔ قیاس و استنباط کے ذریعے ان
کے اقوال پر تحریک ہونے لگی۔ ان سے منقول فقہی روایات کا استئن اور اُمان کی تحقیق ہونے
لگی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سنت صحیحہ کا تمام ذخیرہ دو اور یعنی حدیث کی صورت میں جمع ہو چکا
تھا۔ اور اب کسی اہل علم کے پاس کوئی غدر باتی نہ تھا کہ اس کے پاس حدیث
نہیں ہے جی پر مگر باس ہمہ جب اہل تقلید دیکھتے ہیں کہ ان کے امام کا موقف بہت کمزور ہے
اور دلیل ان کا ساتھ نہیں دیتی تو اپنے امام کے قول کو ترک کرنے کی بجائے تقلید اور جمود
کا مظاہر کرتے ہوئے قرآن و سنت اور قیاس صحیح کو ترک دیتے ہیں۔ بلکہ مختلف جیلوں سے
قرآن و حدیث کی واضح نصوص کو رد کر دیتے ہیں کسی صحیح رجح احادیث کو بخیر واحد کہہ کر تھکرا
دیتے ہیں کبھی غلط قیاس کہہ کر چھوڑ دیتے ہیں کہ بھی فرماتے ہیں اس حدیث کو رد دیتے

کرنے والا صحابی "غیر فقیہ" ہے کبھی فرماتے ہیں "شاید ہمارا امام کسی ایسی دلیل کا علم رکھتا تھا جو تم تک نہ پہنچ سکی۔ لہذا ہمارے لئے اس کی تقیید واجب ہے۔ اسی قسم کے خود ساختہ اصولوں کی بناء پر صحیح احادیث کو رد کر دیتے ہیں مگر اپنے امام کے مذہب سے میرتو اور هر ادھر نہیں ہوتے ہیں وہ تقیید ہے جو حرام ہے اور بقول ابن حزم شرک کے زمرے میں آتی ہے جس سے قرآن و سنت کی توہین لازم آتی ہے۔

اپنی تقیید نے صرف اسی پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ انہوں نے اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا اور اس پر اصرار کیا کہ مقام خرین کو قرآن و سنت کا فہم حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اجتہاد و مکین نہیں اور اس طرح ایک ایسے اصول کو اپنے ہاتھوں و فن کر دیا جو اسلامی قانون اور مسلمانوں کی سیاسی و معاشرتی زندگی کے لئے رُوح کی جیشیت رکھتا تھا۔ اجتہاد اسلامی قانون کو ارتقا کرنا اور اس کو پہنچتے ہوئے زمان و مکان کا ساتھ دینے کی وجہ سے فہmant دیتا تھا۔ اجتہاد سے مُذمِّن موڑ لینے کا نیت پر یہ زکلا کہ جب تیرھوں اور چودھویں صدیقی کے دوران میں اپنی منزل کی طرف بڑھنے کے لئے ہم نے اپنے سرو سامن کا جائزہ لیا تو اپنے آپ کو جو تھی صدی کے ادا خرمن کھڑے ہوئے پایا۔

اوھر صینیہ میں قرآن و سنت سے ہمارے لگاؤ اور عشق کا یہ حال تھا کہ ما اس کے دس سال نصاہب میں طلبہ کو "مُنیَّۃُ الْمُصْلیٰ"۔ "کنز"۔ "قدوری"۔ "ہدایہ"۔ "وقایہ" اور شامی بیسی کتب فقہ و غیرہ تو پڑھائی جاتی تھیں۔ مگر تفسیر اور حدیث نصاہب میں سرے سے تھی ہی نہیں۔ آخری سال مشکلہ کو تبرکات پڑھایا جاتا تھا۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی جدوجہد کا نیتبو یہ نکلا کہ نصاہب کے آخری سال میں صحاح رسٹہ کا دور ہونے لگا۔ آپ اس سے ان کے فہم حدیث کا اندازہ لکھ سکتے ہیں۔ پھر اس ایک سالہ "دو تحقیق حدیث" میں بھی احادیث صحیحہ کو رد کرنے کے جیلے اور تاویل کے ذریعے اس سے اپنے مذہب کے مطابق کرنے کے گروکھائے جانے لگے۔ مولانا اوز شاہ کشیری رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر ہمارے اس دعوے کی گواہ ہیں۔

یہ تحریرات آج تک اس صورت حال کو جوں کی توں رکھنے پر مصروف ہیں۔ پچھلے دنوں جب حکومت کی طرف سے مدارس کے نصاب کی ترتیب نوکی مہم شروع ہوتی تو ان حضرات نے حدیث کو نصاب کے ہر حصے میں پڑھائے جانے کی شدید مخالفت کی۔ یہ کیونکہ مقلدین کو علوم ہے کہ اگر وہ مطالعہ حدیث کو پورے نصاب میں پھیلا دیں گے تو نئی نسل تقید کی جگہ جوڑے گی۔

اجتہاد ہمارے قومی ارتقای کا ضامن تھا اور اجتہاد کی بدولت ہم تغیر نہ مانے کے ساتھ ساتھ فقہ اسلامی کو ترقیتیاز رکھ سکتے تھے۔ بلکہ اس کی تمام را ہم ہم نے خود مسدود کر لیں۔ بلکہ ہر زمانے میں اجتہاد کے داعی علماء کی بھروسہ مخالفت کی اور تقید کو اپنا اللحاظ عمل نہیں کیا۔ خود بدلتے کی بجائے قرآن کو بدلتا ڈالا۔ اس کا رد عمل یہ ہوا کہ کچھ اپنا پسند لوگ سنت اور اجماع صحابہ سے بے نیاز ہو کر آزاد اجتہاد کی طرف اکل ہوتے اور یہ ایک عظیم المیہ ہے۔

اس تقید نے بہیں فرقہ فرقہ کر کے ہماری طاقت کو بھیر دیا۔ اہل تقید نے قرآن و سنت کو ترک کر کے رجال کی آرام کی بنادر پر مسلمانوں کی تحریر کی دعوت اصلاح لڑکا کرنے والوں پر مصائب و ابتلاء کے پہارا ٹوڑے۔ عوام میں ان کے خلاف نفت لفت پھیلائی۔ ان کو مسجدوں میں نماز پڑھنے سے روکا۔ ان کے خلاف جمومتے بد و پیشہ کا شیطانی جال پھیلایا۔ ان کو غیر مصلحتی و ہابی "گستاخ" اور "بندی" جیسے بیعتیات سے نواز کر عوام کو ان سے دور رکھنے کی کوشش کی۔ مگر طالب صبح کسی کے دو کے نزدک سک۔ اب الحمد للہ تم محققین اہل علم اجتہاد کی ضرورت کے قابل ہیں۔ مسلمانوں کے تمام قومی اور بین الاقوامی اجتماعات اسلامی نظریاتی، کونسلوں اور اس شوری میں اہل علم اور تقینیں کسی خاص امام کی تقید پر اصل رکنے کی بجائے یہ بحث ہوتی ہیں کہ احوال و ظروف کے ناظمیں قرآن اور سنت زیر بحث مسئلہ کا یہ حل تجویز کرتے ہیں اور بحث مسئلہ میں آمر فقرہ میں کسی کا موقوف قرآن و سنت کے قریب تر ہے۔

ہس کتاب میں امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے مقلدین کے دلائل کا جائزہ لیا ہے
ان کے مخالفوں کا بخوبی کر کے اُن کا تاریخ پودبھیر دیا ہے نیز یہ بھی ثابت کیا ہے کہ
خود آئمہ متبوعین نے لوگوں کو اپنی تلقید سے روکا تھا۔
میں برادر مکرم جناب مولانا عبد المنعم کاشکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری
حوالہ افزائی کر کے انتہائی ناساعد حالات میں اس کتاب کی اشاعت کا بڑا اٹھا
کر اجتہاد کے موضوع پر ایک اہم کتاب کو اردو فارسی کی خدمت میں پیش کیا۔
اللہ تعالیٰ اُنہیں جزا نے خیر سے فوازے۔

طیب شاداب کاملی ملتان

الامام الجهمہ و محمد بن علی بن محمد شوکانی

ابو عبد اللہ محمد بن علی بن محمد شوکانی کے والد علی بن محمد صنعا میں شوکانی
کے انتساب سے مشہور تھے۔ شوکانی کی وجہ انتساب کے متعلق خود امام شوکانی لکھتے
ہیں کہ شوکان میں کے قبائل خوالان کی سبی کا نام ہے جو صنعا سے تقریباً ایک روز
کی مسافت پر واقع ہے۔ صاحب قاموس نے شوکان نام سے تین مقامات کا
ذکر کیا ہے۔ ۱۔ بھرین میں ایک مقام کا نام ہے۔ ۲۔ میں میں ایک قلعے کا نام
ہے۔ ۳۔ سرخس اور ایبور و کے درمیان ایک چھوٹے سے شہر کا نام ہے۔ امام محمد
بن علی بن محمد شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اس شوکان سے مسوب پس جوین میں قع
ہے۔ شوکان سے امام شوکانی کی نسبت حقیقی نہیں کیونکہ وہ خود صنعا م سے
تعلق رکھتے تھے، البتہ ان کے آباء اجداد شوکان سے تعلق رکھتے تھے۔

پیدائش اور ابتدائی تعلیم و تربیت

ان کے والد علی بن محمدؑ کے موسم خزان میں اپنے آبائی شہر شوکان گئے ہوئے تھے تو وہیں ۴۸ ذی قعده بروز
سو ماہ امام شوکانی متولد ہوئے۔ ان کا نام محمد رکھا گیا۔ امام شوکانی نے "البلطفال"
میں اپنے والدِ اجاد کا پورا نسب نامہ تحریر کیا ہے جو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام
سک جا پہنچتا ہے۔

امام شوکانی کی نشوونما اور تعلیم و تربیت صنعا میں ہوئی۔ انہوں نے بہت سے
اسائیوں سے قرآن مجید پڑھا بات قاعدہ طلب علم سے قبل انہوں نے زیدی فرقہ کی مشہور
کتاب "الازھار"، عصییغیری کی "مخصر الفرافض"، حیرری کی "المختصر" این حاجب کی

"الكافیة" اور "المنہج" اور علم عروض، قرأت اور علم بحث پر چھوٹے چھوٹے رسائل حفظ کرتے تھے۔ باقاعدہ طور پر طلب علم سے قبل بھی وہ کہتا تھا "ایخ دادب کے مطالعہ میں مشغول رہتے تھے۔

اساتذہ

سب سے پہلے انہوں نے "الازہار" کی شرح اور مختصر عصیفری کی شرح "الناظری" اپنے والد ماجد سے پڑھی۔ پھر طلب علم کے لئے ویگرا ساتھی کی طرف متوجہ ہوئے یہوں تو انہوں نے ہمیشہ انہوں اساتذہ سے مختلف علوم کی بہت سی کتابیں پڑھیں۔ بسا اوقات ایک بھی کتاب کی اساتذہ سے بار بار پڑھی گر امام شوکانی مندرجہ ذیل اساتذہ سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔

۱۔ علامہ عبد الرحمن قاسم (المتوئی ۱۱۲۱ھ) سے زیدی فقہ کی مشہور کتاب "الازہار" کی شرح پڑھی۔

۲۔ علامہ احمد بن عامر (المتوئی ۱۱۹۶ھ) سے "الازہار اور انظری" کی شرح پڑھی۔

۳۔ علامہ احمد بن محمد الحجازی (المتوئی ۱۱۲۴ھ) سے بھی "الازہار" کی شرح تین بار پڑھی۔ آخری بار بحث و تجھیص کے ساتھ پڑھی زیزدان کے پاس عصیفری کی الفرائض اور اس شرح انظری اور بیان ابن منظور کا بھی مطالعہ کیا۔ امام شوکانی تیرہ سال علامہ احمدؑ کی خدمت میں رہے۔

۴۔ علامہ علی بن ابراهیم (المتوئی ۱۱۰۷ھ) سے امام شوکانی نے صحیح بخاری اول تا آخر بحث و تجھیص کے ساتھ پڑھی۔

۵۔ علامہ حسن بن اسماعیل بن الحسین المغربی (المتوئی ۱۱۰۸ھ) سے امام شوکانی سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔ امام شوکانی نے ان سے "المطلوب" اور اس کے حواشی، "العضد" اور اس کے حواشی، "الکشف" اور اس کے بعض حواشی علوم حدیث میں "تفیع الانظار" کے کچھ حصے صحیح مسلم اور اس کی شرح نووی کے کچھ حصے

ابوداؤ داوس کے ساتھ منذری کی خصرا اور ابو داؤد پر خطابی کی شرح اور بیان المرام کی شرح فتح الباری کا کچھ حصہ با مخالصوں کا کچھ حصہ سنن نبائی کا کچھ حصہ اور ابن ماجہ کا کچھ حصہ پڑھا۔

حسن بن اسماعیل اور عبد القادر بن احمد وہ بزرگ ہیں جن کے مشورے پر امام شوکانیؒ نے ابن تیمیہ کی منتفقی اسی کی شرح قیبل الا و طار رکھی اور اہل علم سے اپنی علمیت کا لوہا منوا لیا۔

۴۔ عبد القادر بن احمد (المتوفی ۲۲۰ھ) امام محمد بن اسماعیل الامیر صنعتی صاحب سجل الاسلام کی وفات کے بعد دیارِ مین میں علامہ عبد القادر سے بڑا عالم کوئی نہ تھا۔ امام شوکانیؒ نے علامہ عبد القادر کے پاس صحیح نجای اس کی شرح فتح الباری کے کچھ حصے، با مخالصوں کے کچھ حصے، موطا امام مالک کے کچھ حصے، منتفقی ابن تیمیہ کے کچھ حصے، قاضی عیاض کی کتاب الشفاء کے کچھ حصے، علوم حدیث الفیہ عراقی اور اس کی شرح، فقہ میں ضوء النہار کے کچھ حصے، الہجرانی خار کے کچھ حصے، اصول دین میں المواقف العضدیۃ کے کچھ حصے اور ان کی شرح اصول فقہ میں جمع الجوابین کے کچھ حصے اور ان کی شرح علم الغفت میں جو ہری کی الصحاح کے کچھ حصے، القاموس کے کچھ حصے علم عرض میں جزائریہ اور اس کی شرح اور بعض دیگر کتابیں مطالعہ کیں۔ امام شوکانیؒ نے یہ تمام مذکورہ کتابیں علامہ عبد القادر سے بحث تمحیص کے ساتھ پڑھیں بسا اوقات امام شوکانیؒ زیر بحث موضوع پر ایک طویل مقالہ تحریر کرتے اور ان کی خدمت میں شپش کر دیتے ہو افاقت کی صورت میں علامہ عبد القادر نظم یا نوشی کی صورت میں تقریط لکھ دیتے تھے۔

امام شوکانی کا مسلک امام شوکانی نے ابتدائی طور پر زیدیہ فقہ کی تعلیم حصل کی۔ مگر وہ سعیت مطالعہ اور حدیث میں رسوخ علم کی وجہ سے اپنے آپ کو امام زیدیہ کی فقہ میں محصور نہ رکھ سکے۔ انہوں نے زیدیہ فقہ پر ماقولانہ نظرداری اور ان مقام

متقاعدات پر گرفت کی جہاں قرآن و سنت سے ذرا بھی انحراف پایا جاتا تھا۔ اصول دین اور صفاتِ الٰہی کے بارے میں سلف کی طرح وہ بھی مسلک تفہیض کرتے تھے یعنی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں وارد ہونے والی صفات کو بغیر کسی تشبیہ و تعطیل اور تاویل و تحریف کے ان کے خالہ پر چھوٹ کرتے تھے۔ انہوں نے مذہب سلف کی تائید میں کتابیں بھی لکھیں۔ انہوں نے تقلید کا جو اکنہ ہوں سے اُتاڑھنیکا اور قرآن و سنت کی راہ پر گامزن ہو گئے۔ ان کا مطلب ہے نظر کسی امام کے مذہب کا ثبات نہ تھا جیسا کہ مقلدین کا دسیرہ ہوتا ہے۔ بلکہ قرآن و سنت کے مطابق جو مسلک ہے حق ہوتا تھا۔ اسے اختیار کرتے تھے۔

انہوں نے تقلید جامد کے مقابلے میں اجتہاد کے چرم کو تھاما اور دلالت کیا تھا۔ ثابت کیا کہ اجتہاد کا دروازہ قیامت تک کے لئے گھلائے۔ انہوں نے تحریم تقلید پر ایک مختصر کتاب لکھی جس پر مقلدین ان کے درپے آزاد ہو گئے۔ اہل تقلید نے ان پر ازالہ ملکا کر دے آہل الہیت کے مذہب کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اس سے قبل اسی قسم کے اذمات کا سامنا امام محمد بن اسماعیل الامصینعی کو کرنا پڑا تھا۔ امام شوکانی نہایت ثابت قدی سے ابشار دلیل کی راہ پر گامزن رہے اور آزادی نکر کی روشنی سے تقلید کی تاریکیوں کے پردے چاک کرتے رہے۔ امام شوکانی نہایت ثابت قدی سے ابشار دلیل کی راہ پر گامزن رہے اور آزادی نکر کی روشنی سے تقلید کی تاریکیوں کے پردے چاک کرتے رہے۔ امام شوکانی کی تمام تصنیفات آزادی نکر اور قرآن و سنت سے تمک کی دعوت دیتی ہیں۔

امام شوکانی کی تصنیفات

شوکانی نے مختلف موضوعات پر مبسوط اور مختصر کتابیں اور چھوٹے چھوٹے وسائل تحریر کئے ہیں جن کی تعداد سو کے لگ بھگ ہے۔ انہوں نے تقریباً ہر

موضوں پر لکھا ہے۔ ان کی تصنیفات ان کے علم کی وسعت، تفقہ کی گہرائی اور کتاب دست اور مذہب سلف سے گہرے لگاؤ پر ولامت کرتی ہیں بناء بریں تھوڑے ہی عرصے میں ان کی تصنیفات تمام عالم اسلام میں پھیل گئیں۔

بم اک چند ایک اہم تصنیفات کا نہایت مختصر تعارف پیش کرتے ہیں۔

نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار من حادیث سید الاخبار منتقی الاخبار

منتح حادیث احکام کا مجموعہ ہے جسے علامہ مجدد الدین ابوالبرکات عبد الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ۶۲۱ھ نے فہمائے حدیث کی طرز پر فتحی ابواب کے مطابق ترتیب دیا ہے۔ عبد الاسلام ابن تیمیہ شیخ الاسلام تھی الدین احمد بن عبد الحکیم ابن تیمیہ کے والد منتقی الاخبار کو علماء میں بھری مقبولیت حاصل ہوئی جسم صاحبین میں مطالعہ حدیث کے نصاب میں اسے بڑی اہمیت حاصل تھی۔ خود امام شوکانی نے اسے مختلف اساتذہ سے بتقا سبقاً پڑھا۔

امام شوکانی نے اپنے اساتذہ میں سے عبد القادر بن احمد اور حسن بن اسماعیلؒ کی ترغیب اور مشورے پر منتقی الاخبار کی شرح نیل الاوطار لکھی۔ ابتداء میں یہ شرح خاصی طویل تھی۔ علامہ عبد القادر بن احمد اس کے مسودات کا ملاحظہ کیا کرتے تھے۔ انہوں نے امام شوکانی سے فرمایا کہ اگر نیل الاوطار کی طوالت اسی نجح پر جاری رہی تو یہ کہیں بیس جلدیوں میں جاکر مکمل سوگی۔ لہذا ان کے مشورے پر امام شوکانی نے اسے مختصر کر دیا۔ اور اب اس کی ضخامت آٹھ جلدیوں میں نیل الاوطار کی تکمیل علامہ عبد القادر بن احمد اور علامہ حسن بن اسماعیل کی وفات کے بعد ہوتی۔

نیل الاوطار میں بعض ایسی خوبیاں پائی جاتی ہیں جو عام طور پر دیگر شروح احادیث میں نہیں پائی جاتیں۔ امام شوکانی نے ہر حدیث کی شرح میں اس کے مختلف طرق اور اختلاف الفاظ کی تحریک کا پورا اہتمام کیا ہے۔ اس حدیث کی صحت و ضعف پر

کلام کئے ہوتے اس بابِ ضعف آئندہ جرح و تعییل اور بہا بنہ فن کے حوالے سے بیان کئے ہیں اور ساتھ ساتھ اپنی ماہرائنا راتے کا اظہار بھی کیا ہے۔ فن حدیث کے مسائل میں وہ عام پر علامہ ابن حجر الحنفی فتح الباری تغییص الحیر امام نووی کی شرح مسلم اور امام خطاۃ وغیرہ پر اعتماد کرتے ہیں۔ حدیث کے غریب الفاظ کی شرح کرتے وقت فحول ایل لغت کے اقوال کا ذکر کرتے ہیں۔ حدیث سے فقہی مسائل کا استنباط کرتے وقت فہمکے صحابہؓ فقہاء تابعینؓ فہمکے متقدمینؓ اور فہمکے متاخرینؓ کا ذکر کرتے ہیں۔ ان فقہاء کی آراء نقل کرتے وقت نہایت احتیاط سے کام لیتے ہیں جس کا اعتراف بلند پایہ ایل علم نے کیا ہے۔ اور ان کی آراء میں سے کسی رأ کو اختیار کرتے وقت صرف دلیل پر اعتماد کرتے ہیں۔ قرآن و سنت اور اجماع صحابہ کی دلیل بخواہ یہ دلیل کسی کے خلاف ہو۔

نیل الا و طار اس لحاظ سے انفرادی حیثیت کی حاصل ہے کہ اس میں شوکانی نے فقہاء ہل سنت کے مذاہب کے ساتھ ساتھ فہمکے زیدیہ کی آراء کا بھی ذکر کیا ہے اور مجتہدانہ ہمارت و بصیرت کے ساتھ فقہاء کی آراء کا موازنہ کیا ہے۔

نیل الا و طار فقہ حدیث کی اہمیت الکتب میں شمار ہوتی ہے اور ایل علم کے قول کے مطابق اسلامی فقر کے مطالعہ کے وقت نیل الا و طار کو بہت اہم مقام حاصل ہے۔

ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول

یہ اصول فقہ پر ایک

نہایت جامع کتاب ہے جو بیسیوں کتابوں سے مستغنی کر دیتی ہے "ارشاد الفحول" میں کسی اصولی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے شوکانی تمام قابل ذکر اصولیوں کی آراء نقل کر دیتے ہیں۔ پھر بسا اوقات ان کے دلالت بیان کرتے ہیں اور بھر ان کے درمیان محکمہ کرتے ہوئے دلیل ہی سے ان میں سے کسی کو ترجیح دیتے ہیں کسی اصولی مسئلہ کے باسے

بیس اگر ہم اہل اصول کی آراء معلوم کرنا چاہئیں تو ہمیں تقریباً تمام قابل ذکر اہل اصول کی آراء ریکپ جا "ارشاد الفحول" میں مل جاتی ہیں یہ اسلوب اور یخوبی سے ہمیں کسی اور کتاب میں نہیں ملتی۔ اس کے ساتھ سماحتہ ہمیں شوکانی کے تفہیم بصیرت اور وسعت معلومات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

امم شوکانی "ارشاد الفحول" کے ابتدائیے میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے یہ کتاب اہل علم کے اصرار پر بھی ہے تاکہ فہری اصولوں اور اصطلاحات کا حقیقی پایہ زدہ لیا جاتے۔

فتح القدر بالجامع بين فنن الرؤاية والدراءية من علم التفسير امام

شوکانی کی تفسیریں پانچ جلدیں پر مشتمل ہے۔ اہل علم کے مشورے اور اصرار پر انہوں نے یہ تفسیر بھی ہے۔ یہ تفسیر خود شوکانی کے قول کے مطابق روایت یا درایت کی جامیں ہے اور بقول علامہ راغب طباخ امام شوکانی نے اس تفسیر میں اپنے اس دعوے کو بطریق احسن بھایا ہے۔

الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضعۃ بقول خود امام شوکانی نے اپنی اس کتاب کی تصنیف کے وقت موضوع احادیث کے بہت سے جمیع احادیث کے متعلق تبایا ہے کو سامنے رکھا ہے۔ ان احادیث پر نقد کے بعد کچھ احادیث کے متعلق تبایا ہے کہ اُن کو موضوع کہنا درست نہیں۔ ان کو زیادہ سے زیادہ ضعیف کے زمرے میں لا جا سکتا ہے جیسا کہ ابن الجوزی نے بقول حافظ ابن حجر تعالیٰ اور غفلت سے بعض صحیح احادیث کو بھی اپنی کتاب "المجموعات البigrmi" میں شامل کر دیا ہے مگر علامہ محمد بن حنفیۃ اللہ فی المتوفی ۱۳۷ھ، اپنی کتاب الرسالۃ المستظرفة میں یہی شکوہ مولانا عبدالحی لکھنؤی کی کتاب "طفرا الامانی" کے حوالے سے امام شوکانی کے متعلق کرتے ہیں کہ انہوں نے بعض حسن اور صحیح احادیث کو بھی موضوع قرار دے دیا ہے۔

تعارف مترجم

چناب پروفیسر طیب شاہین لوڈھی قصبه منگوالی ضلع فیروزپور خان دوست محمد خاں کے گھر ۱۹۲۳ء میں پیدا ہوتے تھے ایام پاکستان کے بعد چک نمبر اٹپی (نئی مخدوم رشید ضلع بستان) میں منتقل ہو گئے۔

این اے۔ سی ہائی سکول جہانیاں منڈی سے ۱۹۵۴ء میں اچھے نمبر تھے پاس کیا۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے گورنمنٹ کالج منظفر گڑھ میں داخل ہوئے مگر بوجہ آہ گے تعلیم چاری تارکھ سکے اور تعلیم ادھوری چھوڑ کر ایک ٹیکنیشن کی حیثیت سے پاک فضایہ میں شامل ہو گئے۔ پاک فضایہ کی ملازمت کے دران انہوں نے پہلے فاضل عربی اور اہم اے عربی (پنجاب یونیورسٹی، ایتیازی حیثیت سے پاس کیا) سرگودھا میں تعینات ہوئے۔ آج تک گورنمنٹ کالج منظفر گڑھ میں بحیثیت لیکچرا عربی کام کر رہے ہیں۔ ان کے تحقیقی مقالات گہبے گہبے "ترجمان القرآن لاہور" فکر و نظر، اسلام آباد میں حصہ ہے ہیں۔ تیز فاضل عربی اور اہم اے عربی کے نواب میں شامل بعض کتب کا ترجمہ کیا جو سرگودھا سے شائع ہو چکی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب کے علاوہ انہوں نے امام ابن قیم کی دو کتابیں "مدارج السالکین" اور "اطلاق الحکیمی ایسٹ اسٹ اشروعتی"، کامیاب ترجمہ کیا ہے۔ جو ادارہ نشر اللہ کے اشاعتی پر گرام میں شامل ہیں۔

محمد عبد المنعم
۹۷۳

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خطبہ کتاب الحمد لله كثیراً وصلى الله تعالى على محمد عبده
 ورسوله خاتم انبیائے بکرۃ واصیلًا وسلم تسیلماً لہ
اما بعد: محققین اہل علم میں سے بعض دوستوں نے مجھ سے فرمائش کی
 ہے کہ میں مسئلہ تقدیم پر ایک مقالہ تحریر کر دوں جس میں تقدیم کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہو
 کہ آیا تقدیم جائز ہے یا نہیں؟ اور اس مسئلہ کی وس طرح تفیض و توضیح کروں کہ اس کے
 بعد کس شک و شبہ کی بخداش باقی نہ رہے چونکہ فرمائش کرنے والے صاحب ایک
 اہم علمی شخصیت ہیں۔ اس لئے اس مقالے کو مناظرہ کے اسلوب پر پیش خدمت
 کرتا ہوں۔ والله التوفيق۔

لہ "القول المفید" میں امام شوکانی کا خطبہ درج نہیں ہے۔ اس لئے ہم نے پیغامبر ساختہ
 امام ابن حزم کی مشہور تصنیف "الفصل فی المل والہوا و النحل" سے نقل کیا ہے۔
 لہ امام غزالی نے ان الفاظ میں تقدیم کی تعریف کی ہے۔ تقدیم قبول قول بلا جمہر۔ تقدیم بغیر
 دلیل کے کسی قول کو قبول یعنی کا نام ہے۔ تقدیم علم کا راستہ نہیں ہے نہ اصول میں نہ فروع
 میں (المتصفی ۲: ۳۸۸) علام رآمدی تقدیم کی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔
 "التفید بعبارة عن العمل بقول الغير من غير حجه ملزمته۔ تقدیم کسی کے قول کو بغیر کسی جمہر کے وجہ
 اس پر عمل کو لازم قرار دیتی ہو۔ قبول کرنے سے عبارت ہے (الا حکام فی الصول لا حکاماً) ۲۹۷
 علام ابن الجاہن اخیر میں رقم طراز ہیں۔ تقدیم العمل بقول من ليس قوله أحداً لمحجه بلا جمہر"
 تقدیم بغیر کسی دلیل کے کسی ای شخص کے قول پر عمل کرنے کا نام ہے۔ جس کا دلیل کے نظر
 میں نہ آتا ہو۔ (ارشاد الفحول ص ۲۶۵) (باقی الحجہ صفحہ پر)

چونکہ تقیید کے بارے میں عدم جواز کے قائلین تقیید سے منع کرتے ہیں اور جواز کے قائلین تقیید کے جواز کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس لئے اپنے دعویٰ کے ثابت کے لئے دلیل پہنچانا دعویٰ کرنے والوں کی ذمہ داری ہے۔ مقلدین تقیید کے جواز میں درج ذیل دلائل پیش کرتے ہیں۔

مقلدین کی پہلی دلیل، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَاسْتَأْتُلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِذْ كُنْتُمْ عِلْمَاتٍ إِلَيْنَا تَعْلَمُونَ (الخل - ۳۳) خود نہیں جانتے۔ اہل تقیید کہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بے علم لوگوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے سے زیادہ علم رکھنے والوں سے پوچھ دیا کریں۔

جواب یہ آیت ایک خاص سوال کے جواب میں وارد ہوئی ہے۔ جو محل نزاع سے خارج ہے۔ جیسا کہ اس آیت کے سیاق و سبق سے ظاہر ہے امام ابن حجر ری، بنوی اور اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت مشرکین کے تو میں نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ رسولؐ کے بشر ہونے کا انکار کرتے تھے۔

باقیہ صفحہ گذشتہ

علام ابن قیم نے تقیید کوتین انواع میں تقسیم کرتے ہوئے مینوں کی مذمت کی ہے۔

- ۱۔ پہنچے آباء اجداد کی تقیید کرتے ہوئے وحی الٰہی سے اعتراض کرنا۔
- ۲۔ کسی ایسے شخص کی تقیید کرنا جس کے متعلق معتقد کو علم نہیں کر دہ تقیید کئے جانے کا اہل ہے۔
- ۳۔ جس کی تقیید کی جا رہی ہے۔ اس کے قول اور مسلک کے خلاف دلیل فائم ہو جانے کے بعد بھی اس کے قول کی تقیید کرنا۔ اس نوع اور پہلی نوع میں فرق یہ ہے کہ پہلی نوع میں علم پر ممکن سے قبل تقیید ہے۔ اس نوع میں دلیل اور وجہت کے ٹھہر کے بعد دلیل اور علم کی مخالفت ہے۔ (علام المؤصین ۳: ۱۶۸)

- امام جلال الدین سیوطی نے اپنی مشہور تفسیر الدر المنشور میں اس پروفائل بحث کی ہے یہی وہ معنی ہے جو سیاق آیت سے مستفاد ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے -

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجَالًا نُورٌ
إِلَيْهِمْ فَاسْتَلِوْا أَهْلَ الذِّكْرِ
إِنْ كُنْتُمْ لَا تَقْتَلُمُونَ
(النحل۔ ۳۲)

اللہ کا ارشاد ہے۔
أَكَانَ لِلَّهِ أَسْبَابٌ جَبَّانًا أَوْ حَيَّنَا
كیا لوگوں کو عجیب لگتا ہے کہ ہم نے خود
الی رَجُلِ مَنْهُوْ.
(یوسف۔ ۴۲) کی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجَالًا
نُورٌ إِلَيْهِمْ وَمِنْ أَهْلِ الْقَرْبَى
وَالْأَوْلَى میں سے تھے۔ ان کی طرف وحی
و حجی کیا کرتے تھے۔

(یوسف۔ ۱۰۹)

اگر فرض کریا جائے کہ "اہل ذکر سے پوچھنا" عمومیت کا حامل ہے تو پھر بھی یہ چیز واضح ہے کہ صرف "اہل ذکر" سے پوچھنے کا حکم دیا گیا ہے اور ذکر سے مراد کتاب اللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے ان دونوں کو اخلاقی تحریک کا نام نہیں۔ اور میراث ایجاد ہے اس امر سے کسی کو اختلاف نہیں۔ کیونکہ شرعاً مطہرہ یا تو اللہ تعالیٰ کی طرف ہے ہے جو قرآن مجید کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے جو قرآن مجید کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔

ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے اور یہ ہے سنت مطہرہ تیسرا کوئی ایسی نہیں جس کو تشریع کا حق حاصل ہو۔ جب یہ چیز تسلیم کر لی گئی کہ میں صرف کتاب و سنت کا علم رکھنے والوں سے پوچھنا چاہتا ہے تو یہ آیت مقلدین کے حق میں نہیں بلکہ ان کے خلاف دلیل ہے۔ کیونکہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ وہ اہل ذکر سے پوچھیں اور ان کا جواب یہ ہو گا۔ ”اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے۔“ اور سائل اس جواب کے مطابق عمل کریں لیکن یہ چیز مقلدین کے موقف اور استدلال کے خلاف ہے مقلدین تو اس آیت کریمہ سے اپنے مسلک تقليد اور رجال کی آراء سے دین اخذ کرنے کے مذہب پر دلیل لاتھے ہیں۔ وہ رجال سے ان کی آراء کی دلیل طلب نہیں کرتے۔ یہی تقليد ہے۔ اسی بناء پر وہ تقليد کی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔

”غیر کے قول کو اس پر دلیل طلب کئے بغیر قبول کر لینا تقلید کہلانا ہے“ مسلک تقليد کا اُپ بباب یہ ہے کہ مقلد کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے متعلق سوال نہیں کرتا۔ بلکہ وہ اپنے امام کے مذہب کے متعلق پوچھتا ہے۔ اگر وہ اپنے امام کے مذہب اور رائے سے ہٹ کر یہ سوال کرتے کہ قرآن و سنت کا اس بارے میں کیا حکم ہے تو وہ مقلد نہیں رہے گا۔ اس حقیقت کو ہر مقلد تسلیم کرتا ہے اور کسی کو اس سے انکار نہیں۔

جب یہ اصول طے پائیا کہ مقلد جب بھی اہل ذکر سے کتاب و سنت کے متعلق سوال کرے گا تو وہ مقلد نہیں رہے گا۔ تو اپ کو معلوم ہو گیا کہ یہ چیز تسلیم کر لینے کے باوجود کہ سوال کسی خاص چیز کے متعلق نہیں۔ جس پر سیاق و باقی دلالت کرتا ہے۔ بلکہ مقلدین کے زعم کے مطابق

تمام امور شرعاً کے متعلق ہے یہ آیت مقلدین کا مقصد پورا نہیں کرتی۔

مقلدین کی دوسری ولیٰ زخمی شخص والی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الا سأْلُوا إِذَا ذَهَبُوكُلُّمَا وَإِنْعَاشَفَاءُ الْعَيْ السَّوْالَ^ج جب ان کو علم نہیں تھا تو انہوں نے کیوں نہ پوچھا۔ علیٰ کا علاج پوچھتا ہے ”اسی طرح مزدور والی حدیث میں آتا ہے کہ یہ مزدور اپنے بیک کی بیوی سے زنا کر پیٹھا تو اس کے باپ نے کہا۔ میں نے اہل علم سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھا ہے انہوں نے جواب دیا کہ میرے بیٹے کو سوکوڑے لگائے جائیں گے لیوں اس عورت کو سنگسار کیا جائے گا۔“ اور یہ حدیث صحیح ہے، لئے مند احمد ابو داؤد، ابن ماجہ، سنن دار می، بہیقی، حاکم، قادر قسطنی، ابن حجر العسقلانی، ابن جان اور ابن الجازد لئے اس حدیث کو تقریباً تمام محدثین نے خرست ابو ہریرہ رضی رضی اللہ عنہم جو اسے فصل کیا ہے۔ واقعہ کی تفصیل یہ ہے۔ اعراب میں ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ماضر ہو کر عرض کی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو خدا کی قسم دلکر کہتا ہوں کہ آپ میرے معلم ہیں میں کتاب اللہ کے مطابق فہص دیجیے۔ اس کے مخالف نے جو اس سے زیادہ سمجھدار تھا۔ کہا۔ ہاں! آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فہص دیجیے۔ اور مجھے بات کرنے کی اجازت دیجیے۔ آپ نے فرمایا ”کہو!“ اس شخص نے عرض کی ”میرا بیٹا اس کے پاس نوکر تھا وہ اس کی بیوی سے زنا کر پیٹھا۔ مجھے بتایا گیا کہ میرے بیٹے کو ہر جنم کر دیا جائے گا۔ میں نے اس شخص کو فہری میں سو بکریاں اور ایک لوٹری دے دی پھر میں نے اہل علم سے پوچھا تو نہ انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کو سوکوڑے لگیں گے اور اسے ایک سال کے لئے جلاوطن کر دیا جائے گا۔ اور اس عورت کو بھی کر دیا جائے گا۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فہص دکروں گا۔ یہ لوٹری اور بکریاں تمہیں لوٹائی جاتی ہیں۔ (باتی اگلے صفحے پر)

مقلدین اس واقعہ سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اس شخص پر اپنے سے زیادہ علم رکھنے والے کی تقلید کرنے کی وجہ سے بخوبی میں لی گئی۔ اس لئے تقلید بائز ہے۔

جواب زخمی شخص والی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کوئی حکم نہیں دیا تھا کہ وہ ربیال کی آزار کے متعلق سوال کریں بلکہ ان کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ قرآن و سنت کے ثابت شدہ شرعی حکم کے متعلق پوچھیں۔ آپ نے ان کو مخصوص اس بنا پر رد عارضی تھی کہ انہوں نے بغیر علم کے فتویٰ دیا تھا۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں۔ **فَتَلَوْهُ قَاتِلَهُمُ اللَّهُ** "اللہ تعالیٰ ان کو بلاک کرے انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر انہوں نے اپنی رائے سے فتویٰ دیا تھا۔ اس لئے یہ حدیث ان کے حق میں دلیل نہیں ہے بلکہ ان کے خلاف جھبٹ ہے۔ یہ حدیث دو امور پر مشتمل ہے۔

اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پدایت فرمائی کہ وہ اس حکم کے متعلق سوال کیا کریں جو دلیل سے ثابت ہو۔
ثانی آپ نے اس بنا پر ان کی مذمت فرمائی کہ انہوں نے اپنی رائے پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے مطابق فتویٰ دیا۔ اور یہ حقیقت ہے اہم اس سے مراد صرف یہ ہے کہ پسے کہ سوال کرنے کا حکم الگ بچھ مطلق ہے تاہم اس سے مراد صرف یہ ہے کہ صرف آپ سے پوچھا جائے یا اس شخص سے پوچھا جائے جس نے اس کا حکم آپ سے معلوم کیا ہو۔ اور جیسا کہ آپ کو سابقہ سطور میں معلوم ہو چکا ہے (ابقیہ صفحہ گذشتہ) تیرے بیٹے کو سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی۔ اے آئیں! کل اس عورت کے پاس جاؤ۔ اگر وہ زنا کا اعتراف کرے قضاۓ درجہ کر دو۔ چنانچہ اس عورت نے اعتراف کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جم کر لیا حکم دے دیا۔ عجیب بات ہے مقلدین تقلید یہ تو اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ بلکہ جلاوطنی کے ضمن میں اسے خبر و احتجاج کہہ کر رد کر دیتے ہیں۔

وہ مقلد کو مقدمہ صرف اسی وقت کہا جاتا ہے جب وہ کسی مسئلے کے حکم کی دلیل نہیں پوچھتا۔ اگر وہ دلیل کا مطالبہ کرتا ہے تو اسے مقلد نہیں کہا جا سکتا۔ اب اس حدیث سے تقلید کے جواز پر کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے؟ کیا کوئی فضل مند شخص کسی چیز کے ثبوت میں کوئی ایسی دلیل میش کرے گا جو اس کے بیانات کی بجائے نفعی کرتی ہو۔ جو اس کی صحت پر دلیل ہونے کی بجائے اسکے اسد ہونے پر دلالت کرتی ہو۔

اسے گروہ مقلدیں ہم آپ سے صرف اسی چیز کا مطالبہ کرتے ہیں جس خود آپ کی اپنی دلیل دلالت کرتی ہے۔ ہم آپ سے صرف یہ کہتے ہیں کہ آپ اپنے ذکر سے "ذکر" یعنی کتاب و سنت کے متعلق سوال کریں گے کہ جال اور ادا و قیل و قال کو چھوڑ کر کتاب و سنت پر عمل پیرا ہوں۔ ہم آپ سے یہی چیز کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی تھی کہ آپ پوچھتے ہوں نہیں کیونکہ عاجزو یہ علم کی شفا تو قرآن و سنت کے حکم کے متعلق سوال فرائیں ہے۔ اس کی شفا اس سوال میں نہیں کہ فلاں کی رائے کیا ہے۔ فلاں کا مذہب کیا ہے۔ اگر آپ اس سے شخص اس کی رائے پوچھیں تو فتویٰ دینے والا آپ کو ملاکت میں ڈال دے گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے متعلق فرمایا تھا قاتلوهُ قتلہم (اللہ تعالیٰ ان کو ملاک کرے انہوں نے اسے قتل کر دیا)

رہا مژدور والے واقعے میں مزدور کا سوال تو اس نے اپنے علم صحابہ سے سوچ کتاب اللہ و سنت کا حکم پوچھا تھا۔ اس نے ان سے ان کی اپنی رائے اپنا مذہب نہیں پوچھا تھا اور یہ حقیقت ہر صاحب علم کو معلوم ہے۔ ہم حد سے صرف یہی مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس مزدور کے باپ کی نیجے پر سوال ہے اور جس چیز پر ایسی فعل قائم ہو جو اس عالم مسئول نے روایت کی تو اسی کو راہ عمل بنالے بیکھر حقیقت یہ ہے کہ مقلد اپنے دل میں یہ تہیہ کئے

پوئے ہوتا ہے کہ وہ اپنے امام کی روایت پوچھنے کی بجائے اس کی رائے پوچھنے گا تب مقلد کا یہ استدلال اس کے حق میں دلیل ہمیا کرنے کی بجائے اس کے خلاف ججت ہے۔ واللہ المستعان۔

مُقْلِدُّ بْنِ كَعْبٍ كَيْ تَلَيْسِرِي دَلِيلٌ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "کلام اللہ" کے بارے میں فرمایا تھا۔ میں اس بارے میں فیصلہ کرتا ہوں۔ اگر یہ صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اگر غلط ہے تو یہ اپنی طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بڑی ہے، کلام اللہ میت کے بیٹے اور باب کے سواؤ دسرے ورشار کو کہا جاتا ہے: "حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے: مجھے ابو بکر صدیقؓ کی مخالفت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے جیا آتی ہے" یہ بات بھی ثابت ہے کہ حضرت عمر حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کہا کرتے تھے دہاری رائے آپ کی رائے کے تابع ہے۔ یہ بات بھی پایہ صحت کو پہنچی ہوئی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کیا کرتے تھے یعنی یہ بھی ثابت ہے کہ شبیعی کہا کرتے تھے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ صحابہ لوگوں کو فتویٰ دیا کرتے تھے عبد اللہ بن مسعود، عمر بن الخطاب، علی ابن ابی طالب، زید بن ثابت، ابی بن کعبت اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم ان میں سے تین باقی تین کے مقابلے میں اپنے قول کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔

عبد اللہ بن مسعود حضرت عمرؓ کے قول کے مقابلے میں اپنا قول چھوڑ دیا
لے ابی حزم قطر از پیشہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ حضرت عمر اور حضرت عبد اللہ بن
کے اختلافات مشہور ہیں (الاحکام فی اصول الاحکام ص ۱۰۳) اس کے بعد اب
نے چند اختلافات کو نقل بھی کیا ہے۔

تھے۔ ابو موسیٰ اشعری حضرت علیؓ کے مقابلوں میں اپنی رائے کو ترک کر دیا کرتے تھے۔ اور زید بن ثابت حضرت ابی بن کعب کے قول کے سامنے اپنے قول سے زجوع کر دیا کرتے تھے۔^۱

جواب یہ حضرت عمرؓ کے بارے میں روایت کیا جاتا ہے کہ انہیں حضرت ابو بکرؓ کی مخالفت کرتے ہوئے شرم آتی تھی اس کے ساتھ ساتھ ان کو یہ بھی اعتراف تھا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے خطا کا امکان ہے۔ نیز یہ کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی تمام باتیں صواب پر بنی اور خطاء سے مامون نہیں ہیں۔

اگرچہ ہمارے اس دعویٰ پر کوئی ظاہری ثبوت نہیں ہے تاہم اس پر وہ روایات دلالت کرتی ہیں۔ یہ حضرت عمرؓ کے بارے میں مردی ہیں کہ انہوں نے بہت سے مسائل میں حضرت ابو بکر صدیقؓ سے اختلاف کا اٹھا کیا ہے۔ لہ مختلاً۔ ایں ارتاد کے قیدیوں کے بارے میں حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی رائے سے اختلاف ہے۔

۱. مفتوحہ اراضی کی تقسیم کے ضمن میں حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے اختلاف کیا جحضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ ان زمینوں کو تقسیم نہ کیا جائے۔

۲. وظائف کے سلسلے میں حضرت ابو بکرؓ کی حضرت عمرؓ نے مخالفت کی جضرت ابو بکرؓ وظائف کے بارے میں تمام مسلمانوں میں مساوات کے قائل تھے۔ مگر حضرت عمرؓ کے درمیان متفاصلت کے قائل تھے۔

۳. جانشینی کے بارے میں حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے طرز عمل میں مختلف طرز عمل اختیار کیا جحضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ مگر لہ ابن حزم پہتے ہیں کہ اس اثر کی سند میں جابر جعفری ہے۔ جو کذاب ہے لہذا اس اثر سے استدلال کرنا صحیح نہیں (الاحکام فی اصول الاحکام ص ۱۰۲)

لہ ان تمام اختلافات کو ابن حزم نے الاحکام فی اصول الاحکام میں ۳۷۳ پر نقل کیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے اپنی وفات پر کسی ایک شخص کو اپنا جانشین مقرر کرنے کی بجائے اس معاملے کو شوریٰ پر چھوڑ دیا اور کہا "اگر میں کسی کو اپنا جانشین مقرر کتا ہو تو حضرت ابو بکر نے بھی اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ اور اگر جانشین مقرر نہیں کرتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنا جانشین نہیں فرمایا تھا۔" عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں۔ "جب حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا۔ تو مجھے یقین ہو گیا کہ وہ آپؐ کے برابر کسی کو کھڑا نہیں کریں گے اور وہ کسی کو اپنی جائیداد مقرر نہیں کریں گے۔"

۵. حضرت عمرؓ نے وراشت میں بھائیوں کی معیت میں دادے کے حصے کے باوجود میں بھی حضرت ابو بکرؓ سے اختلاف کیا۔

اگر حضرت عمرؓ کے قولؓ مجھے کلام کے مسئلہ میں حضرت ابو بکر کی مخالفت کرتے ہوئے جاتی ہے۔ سے مراد وہی ہے جو وہ لیتے ہیں تو اس کی متناقض وہ تمام روایات ہیں۔ جن میں نہایت صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ انہوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے اختلاف کیا۔ حضرت عمرؓ کے اس اختلاف کے بارے میں ہمارا بھی دری بحث ہے۔

اس کی توضیح اس طرح ہے کہ جب مقلدین کہتے ہیں کہ ان مسائل میں حضرت عمرؓ نے اجتہاد کیا جو حضرت ابو بکرؓ کے اجتہاد کے خلاف تھا۔ تو ہم را جواب بھی یہی ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکر کی موافقت کی۔ کیونکہ ان کا اجتہاد حضرت ابو بکرؓ کے اجتہاد کے موافق تھا۔ یہ موافقت تقیدی پر مبنی نہیں تھی۔ نیز یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے وقت اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے کہ وہ کلام کے مسئلہ کو سمجھ نہیں سکے۔ اقرار کیا کہ انہوں نے کلام میں کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ اگر یہ موافقت تقیدی کی بناء پر ہوتی ہے تو وہ کبھی یہ اقرار نہ کرتے کہ وہ کلام کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پاتے۔ اور وہ کبھی یہ اعتراف نہ کرتے کہ انہیں اس مسئلہ کی سمجھ نہیں آئی۔

"ہم تمہارے مال مولیشی اور ہتھیار جھیں لیں گے۔ ہم نے جو کچھ تم سے چھینا ہے وہ مال غنیمت ہو گا اور جو کچھ تم نے ہم سے چھینا ہے اسے والپس لوٹاؤ گے۔ تم ہمارے مقتولوں کی دیت ادا کرو گے۔ تمہارے مقتول جہنم واصل ہوئے ہم ان کی دیت ادا نہیں کر سکیں گے۔ تم ایسے لوگ بن کر رہو گے جو مطیع فرمان اور رعایا بن کر رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ خلیفہ رسول اور مہاجرین پر ایسا امر ظاہر کر دے جو تمہارے عذر کو صحیح ثابت کر سکے۔ حضرت ابو بکر نے یہ چیز شوری کے سامنے پیش کی جحضرت عمرؓ نے اٹھ کر کہا۔

"آپ نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ اب ہم آپ کے سامنے اپنی آراء کا اظہار کر سکیں گے۔ آپ نے جو جلاوطن کرنے والی جنگ اور رسولوں کی رسم اور صلح کا ذکر کیا ہے۔ یہ آپ نے بہت اچھی بات کی ہے۔ آپ نے جو کہا ہے کہ تم ہمارے مقتولوں کی دیت ادا کرو گے اور تمہارے مقتول جہنم رسید ہوئے۔ ہمارے شہداء نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جام شہادت نوش کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے ذمے ان کا اجر ہے۔ تمام مسلمانوں نے حضرت عمرؓ کی تائیں لے کر۔"

یہ حدیث تو ان کے موقف کو رد کرتی ہے۔ کیونکہ حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابو بکرؓ کے فیصلے کے کچھ حصے سے اتفاق کیا۔ اور کچھ حصے سے اختلاف کیا۔ حدیث کی بعض روایات میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں۔ "آپ نے اپنی رائے کا اظہار کر دیا۔ ہماری رائے آپ کی رائے کے تابع ہے۔" اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کے تمام فیصلے یا اس کے کچھ حصے سے اتفاق کرنا کسی طرح بھی تقلید نہیں۔ بلکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بنو اسد اور غطفان کے بارے میں جس رائے کا اظہار کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو صواب قرار دیا۔ اس موقف کو تقلید نہیں کیا جاتا۔

لہ نیل الادوار۔ ۲۸: بحوالہ سجارتی۔ مستخرج بر قافی۔ یہ تبی

نیز بہ اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ امیر کی اطاعت میں اخلاص کے مقصد سے اس کی رائے سے اختلاف ہونے کے باوجود سکوت اختیار کیا جاتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطاعت امیر کی تاکید فرمائی ہے اور اس سے اختلاف کرنے سے منع کیا ہے۔ البته یہ اطاعت امیر تبدیل ہر جگ وغیرہ میں ہے۔ مسائل دین میں نہیں۔ اور اگر حضرت عمر نے کچھ حصے سے اتفاق کیا ہے تو وہ طلب اتباع کی خاطر۔

بالمجمل جو کوئی جواز تقیید کے مسئلہ میں اس قسم کی احادیث سے استدلال کرتا ہے اس کا استدلال بے چارے مقلدین کے لئے مغضّتی ہے جو ان کے لئے فائدہ مند نہیں۔

مُقلَّدِينَ كَمْ يَأْتِيُونَ دُلَيلٌ تقیید کے قائلین یہ دلیل بھی دیتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے حضرت عمر کے قول کی موافقت کی اور اسے اختیار کر لیا۔ اور انہوں نے ان چھ صحابہ کا ذکر بھی کیا ہے جن میں کچھ اپنی رائے کو پھوڑ کر دوسرے کی رائے گے کو اختیار کر لیا کرتے تھے۔

جواب :- یہ کوئی نئی اور تجھب کی بات نہیں۔ اکثر امور میں ایک صاحب علم کو دوسرے صاحب علم سے اتفاق ہوتا ہے۔ بہت کم مسائل ایسے ہوتے ہیں جن میں وہ ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہیں۔ خاص طور پر جب کہ اجتہاد کے اعلیٰ مرتب پر فائز ہوں۔ تب ان میں اختلاف بہت ہی کم پایا جاتا۔ نیز اپل علم ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے سوکے لگ بھگ مسائل میں حضرت عمر سے اختلاف کیا ہے۔ صرف چار مسئلے ایسے ہیں جن میں انہوں نے آتفاق کیا ہے۔ اب بتائیے کہ اس میں تقیید کہاں ہے؟ او اس قسم کے احوال سے استدلال کرنا کہاں تک درست ہے؟ یہی حقیقت دیگر چھ صحابہ کے ایک دوسرے کے قول کی طرف رجوع کرنے کی ہے۔ اس کو

موافق تکہا جائے گا۔ یہ تقلید نہیں ہے صحابہؓ کرامؓ کو جب کسی سُنت کا علم ہو جاتا تھا تو وہ اسے کسی کے قول کے مقابلے میں ترک نہیں کرتے تھے خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔ بلکہ وہ سُنت کو نہایت مضبوطی سے پکڑ لیتے تھے اور رجال کی آراء کو اٹھا کر دیوار کے پیچینک دیتے تھے۔ اس میں ان مقلدین کے لئے کہاں دلیل ہے۔ جو اپنے امام کی رائے کے مقابلے میں قرآن و سُنت کی طرف بھی التفات نہیں کرتے؟ وہ اپنے امام کے قول کی ہرگز مخالفت نہیں کرتے۔ خواہ اس کے مقابلے میں سُنت متواترہ کیوں نہ ہو۔ نیز صحابہؓ کرامؓ کا اپنی رائے کو چھوڑ کر دیگر صحابہؓ کرامؓ کی طرف رجوع کرنا زیادہ تر رائے میں نہیں بلکہ روایت میں ہوتا تھا کیونکہ کسی وجہ سے اس صحابیؓ کو اس روایت کا زیادہ علم ہوتا تھا جس کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ جو لوگ صحابہؓ کرامؓ کے احوال کی معرفت رکھتے ہیں وہ اس حقیقت کو خوب جانتے ہیں۔ رہی مجرد آزار جو مبنی برخطا ہیں۔ اکابر صحابہؓ کرامؓ نے ان کی اتساع سے منع کیا ہے۔ اور ایسی ہی اتساع سے نفرت دلانی ہے جیسا کہ اس کا پھیلایان الشارع اللہ آنندہ سطور میں آئے گا۔ صحابہؓ کرام صرف اسوق رائے کی طرف رجوع کیا کرتے تھے جب انہیں قرآن و سُنت سے کوئی دلیل نہ ملتی پیش آنے والے مسئلہ میں وقت کی شیگی کی بنیا پر آپؐ میں مشورہ اور طلب جستجو کے بغیر کوئی فیصلہ نہ کر پاتے۔ اس کے باوجود وہ رائے سے فیصلہ کرتے وقت بہت گھبرا تے تھے۔ وہ جماعت کی رائے کے مقابلے میں اپنے تفرد کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ ابو عبیدہ السمانیؓ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کی۔

”جماعت کی میمت میں آپ کی رائے ہمیں آپ کی منفرد رائے نے یادہ محبوب ہے۔“

مقلدین کی پیشی دلیل تقلید کے قائلین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ جو ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہؓ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے صحیح سنن کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
”تم میرے بعد میری سنت اور میرے ہدایت یا فتح خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔“

نیز وہ اس صحیح حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں جسے اصحاب سنن نے خذیف بن ایمانؓ کے واسطے سے روایت کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”میرے بعد ابو بکرؓ اور عمرؓ کی اقتدار کرو۔“

جواب : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنا آپ کے حکم کی بنابری ہے خلفاء راشدین کے عمل کو اختیار کرنا اور ان کے فعل کی اقتدار کرنا مخفی اس بنابری کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفاء راشدین کی سنت کو اختیار کرنے اور حضرت عمرؓ کے فعل کی اقتدار کا حکم دیا ہے۔ آپ نے پوری امت میں سے کسی عالمگیر کے فعل کو سنت بنانے اور اس پر عمل کرنے کا حکم نہیں دیا اور نہ مجتہدین امت میں سے کسی مجتہد کی رائے کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ حاصل بحث یہ ہے کہ ہم حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی اقتدار اور دیگر خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں کرتے ہیں بلکہ آپ صاحب حکم نہیں کہ آپ اس چیز سے جس میں نص وارد ہوتی ہے۔ اس چیز پر استدلال کریں جس میں نص وار و نہیں ہوتی۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے۔
”تم میرے بعد ابوحنیفہ، شافعی، مالکؓ اور احمد بن حنبلؓ کی سنت کو لازم پکڑو۔؟“

اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ تم آنہ مذاہب کو ان خلفاء راشدین پر قیاس

کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ سُبْحَانَ اللَّهِ! آپ اس مقام مُلْنَد پر کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین اور اُن کی سنت کے اتباع کو کسی ایسے امیر خاص کی وجہ سے خود اپنی اتباع قرار دیا ہے جو ان کے علاوہ کسی اور میں منتقل نہیں ہو سکتا۔ اگر خلفائے راشدین کے ساتھ دیگر لوگوں کا الحاق چاہئے تو صحبت رسول اور علم میں ان کا الحاق ایسے لوگوں پر مقدم ہوتا جو کسی بھی خوبی میں ان سے اشتراک نہیں رکھتے ہیں بلکہ ان میں اور ایسے لوگوں میں وہی نسبت ہوتی جو تریا اور تحت الشری میں ہوتی ہے۔

اگر یہ اوصاف اور یہ خوبیاں صرف خلفائے راشدین ہی تک محدود نہ ہو تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام صاحبوہ میں سے صرف خلفائے راشدین کو اس سے مخصوص نہ کرتے۔ ان جیلوں بہانوں کو چھوڑ کر جن سے انصاف را ہاکر تاہے۔ کاش آپ اس دلیل کی بناء پر خلفائے راشدین ہی کی تقلید کرتے یا آپ اُن کے ان اقوال ہی کی تقلید کرتے

جو آپ کے آنکھ کے قول کے مطابق صحت سے منقول ہیں لیکن آپ نے یہ بھی نہ کیا اور ان اقوال کو اٹھا کر دیوار کے پار پھینک دیا جو آپ کے امام کی رائے کے خلاف تھے۔ اب کھلی حقیقت کا انکار صرف وہی شخص کر سکتا ہے جس کا دل عناد اور دشمنی سے بر زین ہے۔ بلکہ آپ نے تو اپنے متبرع کے قول کے مقابلے میں کتاب اللہ کی صریح نصوص اور شریعہ کو بھی ٹھکرایا۔ اے اہل تقلید! اگر آپ کو اس حقیقت کا انکار ہے تو یہ ہیں آپ کی کتاب میں ہیں بتائیے کہ آپ کون سے علماء کی اتباع کرتے ہیں تاکہ ہم بھی ان کتابوں میں سے ان حقائق کو آپ کے سامنے لائیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

مُتَقْلِدُونَ کی سَاتِوْسِ دَلِيلٍ تقلید کے قائلینِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا

"میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی پیروی کر دے گے
ہدایت پا دے گے"

جواب : یہ حدیث متعدد سندوں سے حضرت جابر اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے۔ مگر آئندہ جرح و تعدیل نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث کسی سند سے صحیح نہیں بلکہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی نہیں۔ اس پر علمائے حدیث نے کافی و شافی بحث کی ہے۔ جو کوئی اس کی اسناد پر بحث کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے اور ان سندوں کے ضعف کی وجہات معلوم کرنا چاہتا ہے تو یہ مقصد اس فن پر کسی کتاب کے مطالعہ سے حاصل ہو سکتا ہے لہ

بالجملہ اس حدیث سے جو گتم قائم نہیں ہوتی۔ اور اگر اس سے جلت قائم بھی ہوتی ہو تو بھی یہ آپ کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتی کیونکہ یہ حدیث تو صحابہ کرام کی منقبت کی متفضن ہے جو کسی غیر صحابی میں نہیں پائی جا سکتی۔ آپ اس سے کیا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کے متنوع صحابہ کرام میں شامل نہیں تو اس بات کو چھوڑ دیں جس میں آپ کے لئے کوئی دلیل نہیں اور اس کلام کو چھوڑ دیں۔ جو خیرالقرون کے مناقب پرستیل ہے اور آپ جس چیز کے دریے ہیں۔

لہ امام ابو محمد ابن حزم اس حدیث کو علی بن عمر بن احمد الدارقطنی، شاالقاضی احمد کامل بن کامل خلف شا عبد اللہ بن روح شا سلام بن سیلمان شنا الحارث بن غصین عن الاعمش عن ابی سفیان عن جابر کی سند سے روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ ابوسفیان ضعیف ہے حارث بن خسین ابو دہب ثقیل ہے۔ سلام بن سیلمان موضوع احادیث روایت کرتا ہے۔ بلاشبہ حدیث بھی موصوع ہے۔ (الاحکام فی اصول الاحکام ص ۱۰۵)

ابن عبد البر نے اس معنی میں ایک حدیث اپنی سند سے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے۔ اس حدیث میں دوراوی ستروک اور ایک راوی مجہول ہے (الاحکام فی اصول الاحکام ص ۱۰۵) پر آنکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی نسبت صحیح نہیں۔ (الاحکام فی اصول الاحکام ص ۱۰۶)

اس کے نئے کوئی اور دلیل لا یہیں۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو یہ حدیث صرف صحابہ کرام کے اقوال کو اختیار کرنے پر دلالت کرتی ہے اور وہ بھی صرف اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ارشاد فرمایا ہے کہ صحابہ کرام میں سے کسی کی اقتدا زیادہ قرین ہدایت ہے۔ ہم نے تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل اور آپ کے قول پر عمل کیا ہے۔ اگر آپ نے صحابہ کرام کی سنت کو محل اقتدا قرار دیا ہے تو اس کا ثبوت بھی تو سنت ہی سے ملتا ہے۔ اور اس صورت میں بھی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ہی پر عمل کرتے ہیں۔ اور یہ آپ کے علاوہ کسی اور کی تقليد نہیں ہے۔

سُمْ نَعَلَى اللَّهِ تَعَالَى كَا ارشاد سَنَا۔

وَمَا أَتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا جَوَّبَهُ رَسُولُ الْمُهَمَّةِينَ دَعَ إِلَيْهِ لَوْ.
نَهَا كُمْ عَنْهُ فَاتَّهُوا۔ اور حسین سے وہ نہیں روک دیاں س

سے روک جاؤ۔ (الحضر۔)

ہم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی سنا۔

قُلْ إِنَّ كُنْدَمٌ تَجْبَوْنَ اللَّهَ فَإِنْبُوْنِيْ تُوْكِهِ دَعَ كَمْ اللَّهِ تَعَالَى سَعَيْتَ
يُحِبِّبَكُمْ اللَّهُ وَيُغْفِرَ لَكُمْ كُمْ کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ
ذُنُوبَكُمْ (آل عمران - ۱۳۱) تم سے محبت کر گیا اور تمہارے گناہ بخش دیگا۔
اور صحابہ کرام کی اقتدار کا حکم بھی ان جملہ امور میں شامل ہے جو آپ نے
ہمیں عطا کئے ہیں اس پر ہم نے عمل کیا اور اس کی ہم نے اتباع کی۔ ہم نے
آپ کے سوا کسی اور کی اتباع نہیں کی۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں
کے سوا کسی کے محتاج نہیں۔ اگر آپ لوگ قیاس کے ذریعے اپنے آئندہ
میں اس قسم کی خوبیوں کو ثابت کرنا چاہتے ہیں جو صحابہ کرام میں تھیں تو آپ
کے اس افتراء سے زیادہ تعجب خیز کوئی چیز نہیں۔

مُقلِّدین کی سُلطنتِ اکھویں دلیل،

اپنے تعلیم اپنے مسلک پر استدلال کرتے ہیں جس طبق معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی فوت شدہ نماز کی قضا کو بوجحر کے امام کے ساتھ شامل ہوتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”معاذ نے تمہارے لئے ایک سنت مقرر کر دی ہے“ آپ پر حققت مخفی نہیں ہونی چاہیے کہ حضرت معاذ کا فعل مجرد معاذ کا فعل ہونے کی بناء پر سنت قرار نہیں دیا گیا بلکہ اس نے پر سنت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سنت قرار دیا ہے حضرت معاذ تو گویا اثبات سنت کا بدب بنبے ورنہ حضرت معاذ کا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اثبات کے بغیر سنت بن ہی نہیں سکتا تھا۔ یہ مخفی امر نہیں ایک واضح حقیقت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میرے صحابہ ستاروں کی مانندیں۔ ہے استدلال کے بارے میں ہے جو صحابہ کے وصف میں وارد ہے۔ آپ ان کا خ پہچانتے ان کے طریقے پر گامزن رہتے۔ کیونکہ وہ سب راہ راست پر تھے۔

ہمارے پاس ایک اور جواب بھی ہے۔ جو ان تینوں احادیث یعنی تم میرے بعد میری سنت اور میرے پدائیت یافتہ خلفائے اشیین کی سنت کو لازم پکڑو۔“ میرے بعد ابو بکر اور عمرؓ کی اقتدا کرو۔“ میرے صحابہ ستاروں کی مانندیں۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے قول سے استدلال کے جواب پر مشتمل ہے صحابہ کرام کی اقتدا اور ان کے عمل کو سنت بنانے سے مراد یہ ہے کہ اقتدا کرنے والے لوگ وہی کام کریں جو صحابہ کرام کیا کرتے تھے۔ اور صحابہ کرام کا کوئی قول و فعل ایسا نہیں تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے۔ (ابن حزم الاحکام فی اصول الاحکام ص ۱۵۵)

کے قول و فعل کی موافق تھیں نہ ہو۔ اس صورت میں صحابہ کرام کی اقتدار آپ کی اقتدا ہو گی۔ اور صحابہ کرام کی سنت پر عمل کرنا آپ کی سنت پر عمل کرنا ہو گا۔ آپ کا ارشاد تو صحابہ کرام کی اہمیت آبھاگر کرنے کے لئے ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام ہی آپ کی طرف سے شریعت کو آگئے پہنچانے والے ہیں صحابہ کرام ہی بعد میں آنے والے لوگوں کی طرف احکام شریعت منتقل کرنے والے ہیں فعل اگرچہ صحابہ کرام کا ہے۔ مگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی روایت کے طریق پر ہے جیسے ٹھہارت نماز اور حج وغیرہ کے افعال ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان افعال میں ایک راوی کی حیثیت رکھتے ہیں ہر چند کہ یہ افعال صحابہ کرام کی ذات کے ساتھ فائم ہونے کی وجہ سے ان کی طرف مشوہ ہیں۔ مگر وہ حقیقت یہ افعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف راجح ہیں۔ تب ان کی ابیاع آپ کی ابیاع ہے اور ان کے قول و فعل کو سنت بنانا آپ کی سنت کی پیروی کرنے ہے۔ اگر آپ پر یہ حقیقت مخفی ہے تو عبادت کے بارے میں خلفائے راشدین اور اکابر صحابہ کے فعل پر غور کریں آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ تمام تر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی روایت ہے جب ان میں کسی چیز کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے تو یہ رائے کے اختلاف کی وجہ سے نہیں بلکہ روایت کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔ آپ بہت ہی کم پاییں گے کہ ان کے افعال مخصوص رائے کی بنیاد پر صادر ہوتے ہوں۔ بلکہ افعال تبعید میں تو یہ چیز ہرگز نہیں ملے گی۔ اس امر سے ہر دو شخص واقف ہے۔ جو صحابہ کرام کے احوال جانتا ہے۔

اس میں منظر میں حدیث کا معنی یہ ہو اک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ وہ آپ کی جس سنت کا مشاہدہ خلفائے راشدین میں کرتے ہیں۔ اس کی اقتدا کریں کیونکہ وہ آپ کی طرف سے پہنچانے والے ہیں۔ آپ کی سنت کی معرفت رکھتے ہیں اور آپ کی سنت

کی اتباع کرتے ہیں۔ لہذا ہر قول و فعل جو خلافے راشدین سے صادر ہوتا ہے وہ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کی ترجیحی ہے یہی وجہ ہے کہ اکابر صحابہؓ کی ایک جماعت سے رائے کی مذمت نہیں صحت کے ساتھ مردی ہے صحابہ کرام اپنی رائے کی بجائے صرف سنت کی طرف لوگوں کی راہ نمائی کرتے ہیں۔ یہ چیز بہت معروف ہے صحابہ کرام کے احوال کی معرفت رکھنے والے پر یہ چیز تحقیقی نہیں۔ ان کی طرف جواجہادات مسُوب ہیں اور اہل علم نے ان اجتہادات کو رائے قرار دیا ہے۔ اگر ان پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ وہ کتاب و سنت سے باہر نہیں۔ اس پرستی میں تو صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے یا اس پرستی کا اشارہ موجود ہوتا ہے، کبھی کبھی ان کے اجتہاد پر رائے کامگان گزرتا ہے مگر اس شخص کیلئے یہ گمان بھی ختم ہو جاتا جو اس پر اچھی طرح غور کرتا ہے۔ اور جب کبھی نادر طور پر کسی صحابی میں ایسا پایا جبھی گیا ہے تو آپ نے دیکھا ہو گا کہ وہ صحابی اس سے مشکلی محسوس کرتے ہیں اور اس بات کی تصریح کر دیتے ہیں کہ یہ ان کی اپنی رائے ہے اور اگر یہ خطاب ہے تو اس کی خطاب سے اللہ تعالیٰ بری الذمہ ہے۔ وہ خطاب کو اپنے نفس اور شیطان سے مسُوب کرتے ہیں اور صواب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں جیسا کہ کلام اللہ کی تفسیر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا موقف سابقہ سطور میں گزر چکا ہے۔ اور جیسا کہ دراثت میں دادا کے حقے کے بارے میں حضرت ابو بکرؓ اور بعض دیگر صحابےؓ مردی ہے اور جیسا کہ فاکھہؓ و آبیاؓ کی تفسیر میں حضرت عمرؓ کا قول مشہود ہے۔ یہ بہت نفیس سمجھت ہے اس میں اچھی طرح غور و تدبر کریں۔ اس میں آپ کو بہت فائدہ ہو گا۔

مُقلِّيْن کی نویں دلیل، تقليید کے قائمين تقلييد کے جوان میں قرآن مجید

کی اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔
 اَطِّبِعُوا اللَّهَ وَأَطِّبِعُوا الرَّسُولَ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ رسول کی
 وَأَوْلَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ، اطاعت کرو اور ان کی اطاعت کرو
 جنم میں سے اولو امر ہیں۔ (النسا۔ ۵۹)

وہ اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اولو امر سے
 مراد علماء ہیں اور یہاں اطاعت سے مراد ان کے فتووالیں کی تقیید ہے۔
 جواب : اولو الامر کی تفسیر ہیں مفسرین کے دو قول ہیں۔

اولیٰ : اولو الامر سے مراد امراء ہیں۔

ثانی : اولو الامر سے مراد اہل علم ہیں۔

اس آیت کریمہ سے دونوں گروہوں کی مراد مختلف نہیں ہے۔ مگر اس
 آیت سے مقلدین اپنے مقصد پر کیونکر استدلال کر سکتے ہیں کیونکہ امراء
 اور علماء کی اطاعت صرف اسی صورت میں واجب ہے جب وہ شریعت
 کے مطابق اللہ کی اطاعت کا حکم دیں۔ ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سے ثابت ہے لَا طَاعَةَ لِمَ خَلُوقٍ فِي مُعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔ خالق کی
 نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ نیز خود علمائے کرام نے لوگوں
 کو اپنی تقیید سے منع کیا ہے۔ جیسا کہ آئندہ صفحات میں تقیید کی ممانعت
 میں آمد اربعہ اور دیگر علماء کے اقوال کا ذکر آئے گا۔ ترک تقیید و حقیقت
 علماء کی اطاعت ہے۔ بفرض محال اگر کچھ علماء لوگوں کو تقیید کی دعوت دیتے
 ہیں اور اس میں لوگوں کو نظر غائب دلاتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی حدیث کے مطابق یہ معصیت کی طرف راہ نمائی ہے۔ کیونکہ جو علماء عوام انسان
 کو جزو دلائل کو سمجھ سکتے ہیں اور نہ صواب کی معرفت رکھتے ہیں تقیید سو متک
 کی طرف دعوت دیتے ہیں گویا وہ ان کو علمائے قبوعین کی آراء کی وساطت
 سے کتاب و سنت پر عمل کو ترک کرنے کی دعوت دیتے ہیں جس پر ان علماء

تمسو عین نے عمل کیا۔ انہوں نے بھی اسی پر عمل کیا جس چیز پر ان علماء نے عمل نہیں لئا۔ انہوں نے بھی اسے چھوڑ دیا۔ اور کتاب و سنت کی کسی دلیل کی طرف اتفاقات کیا نہ بلکہ ان کے نزدیک تو تقید کے نئے شرط ہے کہ مقلدا پسے امام کی روایت کو چھوڑ کر اس کی راستے پر عمل کرے۔ اپنے امام سے کتاب و سنت کی کسی دلیل کا مطالبہ نہ کرنے ورنہ وہ دائرۃ التقید سے خارج ہو جائے گا کیونکہ اس نے دلیل اور وجہت کا مطالبہ کر لیا ہے۔

اول الامر کی اطاعت کی حقیقت

او لو الامر کی اطاعت امور

حرب وغیرہ میں واجب ہے۔ تا بیرون حرب میں ان کے مشوروں سے استفادہ تدا بیرون عاش جلیب مصالح اور دفع مفاسد میں ان کی آرام پر عمل لازم ہے۔ بعد نہیں کہ یہ اطاعت ان امور کے متعلق ہو جو شریعت میں شمار نہیں ہوتے کیونکہ اگر اس سے مراد ان امور میں اطاعت ہوتی جن کو اللہ اور رسول نے شریعت قرار دیا ہے۔ تو یہ چیز آطیعو اللہ و آطیعو والرسوں کے تحت آچکی ہے۔ اور یہ بھی بعد نہیں کہ اس سے مراد وہ امور ہیں جن کو اللہ اور رسول نے شریعت قرار دیا ہے مثلاً واجبات فوجیہ اور واجبات کفایہ وغیرہ یا وہ بعض اشخاص پر واجبات کفایہ میں وخل لازم کرتے ہیں اس سے یہ چیز لازم آتی ہے کہ یہ امر شرعی ہے جس میں اطاعت اولی الامر واجب ہے۔ ہا الجملہ آئیت کریمہ میں جس اطاعت اولی الامر کا ذکر آیا ہے۔ پہ وہی اطاعت امیر ہے جو احادیث متواترہ سے ثابت ہے یہ اطاعت امیر اس شرط کے ساتھ مسروط ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معصیت کا حکم نہیں دیتا۔ یا ماہور کی نظر میں یہ حکم واضح کفر نہیں۔ تب معلوم ہوا کہ یہ احادیث قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر کرتی ہیں۔ یہ چیز کسی طرح بھی تقید کے زمرے میں نہیں آتی۔ بلکہ اس آیت میں ان لوگوں کو امیر کی اطاعت کی تائید ہے۔ جن پر

امورِ حرب معااملات سیاست اور جلب مصالح کے بارے میں بے علمی اور جہالت غالب ہے۔ رہے خالص امور شرعیہ تو کتاب و سنت نے اُن مستفینی کرنے کر دیا ہے۔

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہم نے جن دلائل کا ذکر کیا ہے وہ ایسے دلائل ہیں جن پر اہل تقلید کے نظریہ تقلید کی پوری عمارت کھڑی ہے اور ہم نے ایسا کا ابطال بھی کیا ہے جیسا کہ آپ دیکھ چکے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ بچھو اور دلائل بھی لاتے ہیں۔ مشلاً داد کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہمیت اولاد کو فروخت کرنے سے منع کر دیا تھا۔ اور اسی طرح انہوں نے بیک وقت دی ہوتی تین طلاقوں کو ناقد کر دیا تھا۔ اور صحابہؓ کرام نے ان کی تقلید کی۔ مگر بلاشبہ یہ شخص افتخار ہے صحابہؓ کرام ان دونوں مذکورہ مسائل میں اختلاف رکھتے تھے بعض صحابہؓ کی رائے حضرت عمرؓ کی رائے سے موافقت رکھتی تھی اور بعض صحابہؓ کو ان سے اختلاف تھا اور یہ موافقت بر بناءً تقلید نہ تھی بلکہ ان کا اجتہاد حضرت عمرؓ کے اجتہاد سے موافقت رکھتا تھا۔ اور موافقت رکھنے والے صحابہؓ کرام کبھی کبھی ان سے دلیل بھی پوچھ دیا کرتے تھے مگر مقلد کی شان تو یہ ہے کہ اسے دلیل سے کوئی بحث نہیں ہوتی۔ مقلد کی علامت یہ ہے کہ وہ روایت کو ترک کر کے دائے کو قبول کر دیتا ہے جس میں یہ چیز نہ ہو وہ مقلد نہیں۔

مقلدین کی دسویں دلیل

مغلہ دلائل سے مقلدین کی ایک ادیل یہ بھی ہے کہ صحابہؓ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ یہ چیز ان کی تقلید کے جوب پر دلالت کرتی ہے۔

جواب :- اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہؓ کرام کتاب و سنت کی نصوص کی بنیاد پر فتویٰ دیتے تھے۔ اور یہ روایت ہی کی ایک قسم ہے اور صاحب فہم اس میں شک نہیں کر سکتا کہ روایت کو قبول کرنا تقلید کے ذمرے میں

نہیں آتا۔ اور کیونکہ روایت کو قبول کرنا درحقیقت قبولِ حجت اور تقلید
بے چون و چرارے قبول کرنے کا نام ہے۔ قبولِ روایت اور قبولِ راستے میں
فرق ہے۔ قبولِ روایت تقلید نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو مقلد کی سُم کے بُعْس ہے۔

مُقلَّدین کے مُغالطے اس فرق کو اچھی طرح پادر کھٹے کیونکہ تقلید کے
قائیں اس طرح کے مُغالطوں میں مُبتلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں مثلاً
وہ کہتے ہیں :-

"مجہدِ شست روایت کرنے والے کا مُقلد ہوتا ہے۔" جب ہم عورت کا
قول قبول کر لیتے ہیں کہ وہ جیس سے پاک ہو گئی ہے تو یہ بھی تقلید ہے۔
"جب ہم دخول وقت کے بارے میں موذن کی بات کو قبول کر لیتے ہیں
تو یہ بھی تقلید ہے۔"

"جب انہا قبلہ کے تعین کے سلسلے میں دوسرے کی بات کو مان
لیتا ہے تو یہ بھی تقلید ہے۔" بلکہ اصحاب تقلید تو شاہد کی شہادت اور
علمائے حدیث کی برج و تعلیل کو بھی تقلید کے زمرے میں شامل کر دیتے
ہیں۔ مگر آپ پرخفی نہیں ہے کہ یہ ہرگز تقلید نہیں بلکہ قبولِ روایت ہے
کیونکہ روایت کرنے والے راوی کی بات مان لینا۔ دخول وقت کی خبر
دینے والے کی خبر کو قبول کرنا جیس کے اختتام کی خبر کو تسلیم کرنا۔ قبلہ کا رخ
باتنے والے کی خبر عمل کرنا۔ شاہد کی شہادت کی بنابر حکم لگانا۔ اور صاحب
برج و تعلیل کے قول کو مان لینا سب قبولِ روایت ہی کی اقسام ہیں کیونکہ
ان مذکورہ صورتوں میں راوی دلیل کے متعلق خبر دیتا ہے۔ یہ اس کی اینی رائے
نہیں ہوتی۔ اسی طرح وہ شخص جو نماز کے وقت کے داخل ہونے کے متعلق
خبر دیتا ہے۔ وہ درحقیقت دخول وقت کی علامت کی شہادت دیتا ہے۔
اس کی یہ خبراپنی رائے پر مبنی نہیں ہوتی۔ اسی طرح عورت شخص علامات ہے۔

کی خبر دیتی ہے اور یہی صورت قبلہ کے متعلق خبر دینے والے کی شہادت کی ہے وہ مشاہدہ کی بناء پرست کے تعین کی خبر دیتا ہے جس میں اس کی رائے کا عمل دخل نہیں۔ اس طرح گواہ بھی اس امر کے متعلق خبر دیتا ہے جو اس نے اپنی حس اور مشاہدے سے معلوم کیا ہے اور اس امر میں یہ اس کی ذاتی رائے نہیں ہے۔

باجملہ یہ اتنی واضح حقیقت ہے کہ چھپ نہیں سکتی۔ رائے اور روایت کے درمیان فرق روز روشن کی طرح عیاں ہے جو اس واضح فرق کو نہیں سمجھ سکتا اسے معارف علمیہ کا شغل نہیں رکھنا چاہتے۔ اس کا فہم ہیاں کی سطح سے بلند نہیں۔ اگرچہ وہ انسانی قالب میں ہے۔

تقلید اور اتباع میں فرق ابن خوزہ منداد بصری مالکی کہتے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں تقلید کا معنی ہے کسی ایسے قول کی طرف رجوع کرنا جس کے قابل کسی پاس کوئی دلیل نہیں۔ اور شرعاً میں اس کے لئے یہ چیز منوع ہے۔ اتباع کا معنی ہے کسی ایسے قول کی طرف رجوع کرنا جو دلیل سے ثابت ہو۔ دین میں اتباع جائز ہے اور تقلید منوع ہے۔ علامہ ابن عبدالبر کا بھی ایسا ہی قول آئندہ سطور میں آئے گا۔

مُقلِّدین کی گیارہویں دلیل تقلید کے اسی تقلید کے جواز پر یہ دلیل بھی لاتے ہیں کہ اگر تقلید جائز نہ ہوتی تو ہر فرد پر اجتہاد واجب ہوتا اور یہ انسان کو اس امر کا مکلف کرنا ہے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ طبائع انسانی میں تفاوت ہے۔ کچھ طبائع اجتہادی علوم کو قبول کر سکتی ہیں اور کچھ ان علوم کو قبول کرنے سے قاصر ہیں اور طبائع کی غالب اکثریت اجتہاد سے قادر ہے۔ بغرضِ محال اگر تمام طبائع اجتہادی علوم کو قبول کرنے

کی صلاحیت رکھتی ہیں تو اس کی تحریکیل ہر فرد پر واجب ہے اور یہ ایسی چیز ہے جو تعیین معاش کی باعث ہوگی جس کے بغیر نوع انسانی کی بقا ممکن نہیں۔ کیونکہ کسی کا مرتبہ اجتہاد پر ہنچنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ وہ ہر طرف سے فارغ ہو کر اپنے آپ کو ہمدرفتی طور پر علم کے لئے وقف نہ کر لے تب زراعت پیشیہ لوگ پڑھا بنتے والے اور معاشر علم میں مشغول ہو جائیں گے اور ان اعمال کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ ہو گا۔ اور معاش انسان بالکل باطل ہو جائے گی اور انسانی زندگی کا نظام درستم برسم ہو کر رہ جاتے گا۔ اس میں ضرر، مشقت اور شارع کے مقاصد کی مخالفت ہے جو کسی سے پوشیدہ نہیں۔

جواب :- اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ہر فرد سے یہ مطالبه نہیں کرتے کہ اسے مرتبہ اجتہاد پر ہنچا چاہتے مگر ہمارا مطلوب تقلید کے علاوہ کچھ اور ہے عموم اپنی معاش کو قائم رکھتے ہوئے مرتبہ اجتہاد سے فاصلہ ہیں جیسا کہ صحابہ و تابعین کے زمانہ میں ہوتا تھا۔ حالانکہ وہ بہترین زمانہ تھا۔ ہر عالم جانتا ہے کہ وہ نہ تو مغلد تھے اور نہ وہ کسی عالم سے انتساب رکھتے تھے۔ بلکہ ہر وہ شخص جو علم سے ہر در نہ تھا کسی بھی عالم سے قرآن و سنت سے ثابت شدہ شرعی حکم کے متعلق پوچھ لیتا تھا۔ اور یہ عالم اسے فتویٰ دیتے ہوئے لفظاً یا معنیٰ حدیث روایت کر دیتا تھا۔ وہ شخص اس نے پر عمل کر لیا تھا میں چیز رائے پر عمل کے زمرے میں نہیں آتی بلکہ روایت پر عمل کے باب میں شامل ہوئی ہے۔ اور یہ تقلید سے زیادہ سہل ہوتا ہے۔ ہم تو حواس سے آسان اور سہل تر چیز کا مطالبه کرتے ہیں جس کا مشکل ہوتا ہے۔ اس کا مطالبه و جو布 تقلید کے قائلین کرتے ہیں یہی وہ منہاج ہے جس پر خیر القرآن کے لوگ گامزن تھے۔ ان کے بعد تابعین اور تابعین کے بعد تابعین نے اس صراطِ مستقیم کو اپنایا۔ پھر شیطان نے عوام کو تقلید کے ذریعے استدراج میں مبتلا کر دیا۔ اور شیطان نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ ان کو فرد واحد کی تقلید پر اقتدار اور کسی دوسرے عالم کی عدم تقلید

کی مگر اسی میں بُتلاؤ کیا۔ پھر تقیید اس قدر بڑھ گئی کہ مقلدین کا ہر گروہ یہ سمجھنے لگا۔ کہ حق صرف ان کے امام کے احوال میں محصور ہے اور ان کے سوا تمام احوال باطل ہیں۔ پھر تقیید نے ان کے دلوں کو بعض اور عداوت سے بزرگ کر دیا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ تقیید کی برکت سے انہیں پس میں اس قدر عداوت ہوتی ہے کہ انہی عداوت لاہل ملل و مذہب میں بھی نہیں ہوتی۔ یہ ہر وہ شخص جانتا ہے جو کہ ان کے احوال سے واقع ہے۔ آپ اس شیطانی بدعت پر غور کریجئے۔ امّا جس نے امّت مسلمہ کو تشتت و تفرقہ میں بُتلاؤ کر دیا ہے اور اسے مخالف اور متحارب فرقوں اور گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اگر تقیید اور اس پر مبنی مذہب مُبتدعہ نہ ہوتے اور مسلمانوں کا صرف ایک فرقہ ہوتا۔ اور ساتھ ساتھ مسلمان ایک ملت ایک نبی اور ایک کتاب کی عملی تصویر ہوتے تو تقیید کے عدم جواز کے لئے یہی کافی تھا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفرقہ سے منع فرمایا ہے اور اتحاد و اجماع کی تلقین کی ہے اور دین میں تفرقہ پیدا کرنے والوں کی سخت مذمت فرمائی۔ یہاں تک کہ آئندے تلاوت قرآن کے متعلق فرمایا۔ آس حالیکہ تلاوت قرآن بہت بڑی نیکی ہے۔ کہ جب وہ آپ میں اختلاف کریں گے تو قرآن کو چھوڑ دیں گے۔ صرف اسی وقت تک قرآن پڑھتے رہیں گے جب تک کہ آن میں اتحاد و اتفاق ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر تفرقہ و اختلاف کی سخت مذمت آئی ہے۔ تب کسی عالم کے لئے کیسے جائز ہے کہ وہ تقیید کے جواز پر فتویٰ دے جو اہل اسلام میں تشتت و انتشار کی جڑ ہے۔ اور وہ آپ میں قرابت و رشته داری کے باوجود دیکھ دوسرے سے قطع تعلق رکھتے ہیں۔

مقلدین کی بارھوں دلیل، مقلدین اور بعض دیگر لوگ جو اگرچہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ تقیید نہیں کرتے، تقیید کے جواز پر اجماع سے اتہال

کرتے ہیں۔

جواب : علم شریعت میں جس کے قدم راست ہیں۔ وہ ایسا بے بُنیاد دعویٰ نہیں کر سکتا۔ بلکہ جو آئمہ ارجاعہ کے اقوال کی معرفت رکھتا ہے۔ اس سے بھی یہ دعویٰ صادر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان سے نہایت صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ تقليد سے منع فرمایا کرتے تھے۔

علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ اندلسی فرماتے ہیں کہ فسادِ تقليد کے بارے میں ہر زمانے کے آئمہ دین میں کوئی اختلاف نہیں۔ علامہ موصوف نے اپنی کتاب میں اہلِ تقليدِ التراجم تقليد اور جوازِ تقليد کے روایتیں ایک طویل فصل تحریر کی ہے۔ رقمطراز ہے:-

تقليد کے قائل سے سوال کیا جائے۔ آپ نے مسلکِ تقليد اختیار کر کے سلف کی مخالفت کیوں کی یعنی کہ انہوں نے تو کسی کی تقليد نہیں کی؟ اگر وہ یہ جواب دے کہ میں تو محض اس لئے تقليد کرتا ہوں کہ مجھے کتاب و سنت کا کوئی علم نہیں چونکہ میں جس کی تقليد کرتا ہوں وہ کتاب و سنت کا علم رکھتا ہے۔ اس لئے میں اس شخص کی تقليد کرتا ہوں جو مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ تب اس سے کہا جائے کہ رہا علماء کا کتاب و سنت کی کسی تغیرت پتفق ہونا یا کسی اجتہادی رائے پر اتفاق کرنا تو بلاشبہ یہ حق ہے لیکن اگر کسی ایسے مسئلہ میں وہ اختلاف رکھتے ہوں جس میں آپ کسی کی تقليد کرتے ہیں۔ تو پھر باقی کو چھوڑ کر کسی ایک کی تقليد کرنے پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے۔ کیونکہ وہ سب عالم میں ملکن ہے جس کے قول کو آپ نے ترک کیا ہے اس سے زیادہ عالم ہر جس کے قول کو آپ اختیار کرتے ہیں۔؟

اگر وہ یہ جواب دے کہ میں نے اس کے قول کو اس لئے اختیار کیا ہے۔ کہ وہ صواب ہے۔

اس سے پوچھا جائے کہ کیا یہ چیز آپ کو کتاب و سنت اور اجماع سے

معلوم ہوئی ہے؟

اگر وہ ہاں میں اس کا جواب دیتا ہے تو وہ خود ہی تقليد کا ابطال کرتا ہے اور اس سے اس دلیل کا مطالبہ بھی کیا جاتے۔ اگر وہ کہے کہ میں تو صرف اس وجہ سے اس کی تقليد کرتا ہوں کہ وہ مجھ سے زیادہ عالم ہے۔

اس سے کہا جائے کہ ”پھر آپ ہر اس شخص کی تقليد کیوں نہیں کرتے جو آپ سے زیادہ علم رکھتا ہے آپ دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ آپ سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ اور تقليد کے لئے صرف اپنے امام کو کیوں شخص کرتے ہیں؟“ اگر وہ کہے کہ میں اپنے امام کی تقليد اس لئے کرتا ہوں کہ لوگوں میں وہ سب سے زیادہ عالم ہے۔ اس سے کہا جائے گا کہ تب تو آپ کا امام صحابہ کرامؓ سے بھی زیادہ عالم ہے۔ اور تقليد کی باحت کیلئے یہی قول کافی ہے۔ علامہ ابن قیمؓ روایت کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ اور رضا صدی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کسی شخص کو ہمارے قول کے مطابق فتویٰ دینا جائز نہیں جب تک اسے معلوم نہ ہو کہ ہمارے قول کی دلیل کیا ہے۔ منع تقليد پر یہ قول تصریح ہے۔ کیونکہ جو کوئی دلیل کو مجھ لیتا ہے وہ مجتہد ہے۔ وہ دلیل کا مطالبہ کرتا ہے مقلد نہیں ہے اور مقلدو وہ ہوتا ہے جو دلیل کا مطالبہ کے لغیر کسی کے قول کو قبول کر لے۔

علامہ ابن عبد البرؓ معنی بن عیسیٰؓ کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

”میں بشر سوں بھی ٹھیک کرتا ہوں اور کبھی غلطی ہو جاتی ہے۔ میری رائے میں غور کر لیا کرو۔ جو کتاب و سنت کے موافق ہوا سے اختیار کریا کرو۔ اور جو اس کے موافق نہ ہوا سے ترک کر دیا کرو۔“

لئے اعلام الموقعين : ۲۳۹

آپ پختنی نہ ہو گا کیا اس بات کی تصریح ہے کہ امام مالک نے اپنی تقلید سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ ان کی اس رائے پر عمل کرنا جو کتاب و سنت کے موافق ہو۔ درحقیقت کتاب و سنت پر عمل ہے اور یہ ان کی طرف مسووب نہیں ہے کیونکہ امام مالک نے اپنے متبوعین سے فرمایا ہے کہ وہ ان کے ہر اس قول کو ترک کر دیں جو کتاب و سنت کے موافق نہ ہو۔ علامہ سند بن عنان بالکل علامہ سخنونؓ کی کتاب "المدوہ" کی شرح میں جو "الام" کے نام سے مشہور ہے یوں رقم طراز ہے۔

"رہا تقلیدِ حضن پر اقصار تو اس پر کوئی مرد و شید اظہار رضامندی نہیں کر سکتا" وہ یہ بھی کہتے ہیں۔

"مقلد نہ بصیرت رکھتا ہے اور نہ وہ علم سے موصوف ہوتا ہے کیونکہ اہل علم کا آفاق ہے کہ تقلیدِ علم کا راستہ نہیں یہم اس کے دلائل بیان کرتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَأَخْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ۔ لوگوں کے مابین حق کے ساتھ فصلہ کرو۔ (ص ۴۶۔)

فرمایا:-
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
امس کے مطابق جواہر اللہ تعالیٰ نے تجھے دکھایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-
وَلَا تَقْنُفْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ
کسی ایسی چیز کے پیچے نہ لگ جس کا تجھے علم نہ ہو۔ (بنی اسرائیل۔ ۳۹)

فرمایا:-
وَإِذْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ
او تم اللہ سے وہ بات مسووب نہ کرو جو تم نہیں جانتے۔ (البقرة۔ ۱۶۹)

اور ہم یہ چیز جانتے ہیں کہ علم معلوم کی معرفت کا نام ہے۔ ہم اہل تقلید پسے کہیں گے کہ جب اختلاف آرائی کی بھر بار ہو تو آپ کو دوسرا علامہ کے مقابلے میں اپنے امام کے قول کی صحت اور ایک عمل کے مقابلے میں دوسرے عمل کی صحت کیسے معلوم ہوگی؟ وہ جو جواب دیں گے ان کے اپنے ہی قول کا نقیض ہو گا۔ خاص طور پر یہ چیز ان کے سامنے ان کے امام کے بارے میں یا کسی ایسے فعل کے بارے میں جو بعض آئندہ صحابہؓ کے فعل کے مخالف ہو۔ فرماتے ہیں۔ ”تقلید بغیر دلیل و بہرہ ان کسی کا قول قبول کرنے کا نام ہے۔

اس علم کیسے حاصل ہو سکتا ہے جس پر کوئی قطعی دلیل نہ ہو۔ نیز تقلید فی نفس بدعت بھی ہے۔ کیونکہ تم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ صحابہؓ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں کسی معین شخص کے مذہب کی تقلید نہ تھی۔ وہ پیش آمدہ مسائل میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور کتاب و سنت کی عدم موجودگی میں بحث و تھیص کے بعد کوئی رائے اختیار کرتے تھے۔ تابعین (رضی اللہ عنہم) بھی ہمیشہ کتاب و سنت کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور اگر وہ کتاب و سنت میں کوئی دلیل نہ پاتے تو صحابہ کرام کے اجماع سے استناد کرتے تھے اور اگر وہاں بھی اس کا حل نہیں ملتا تو اجہاد کرتے۔ جس کسی صحابی کی رائے کو قرآن و سنت کے قریب سمجھتے اسے اختیار کر لیتے چھڑ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل (رضی اللہ عنہم) کا زمانہ آیا امام ابوحنیفہ کا سن وفات ۱۵۷ھ ہے۔ امام مالک کا سن وفات ۲۰۶ھ ہے۔ امام جس سال امام ابوحنیفہ کی وفات ہوتی اُسی سال امام شافعی متولد ہوتے۔ امام احمد بن حنبل کا سن وفات ۱۶۳ھ ہے۔ یہ سب بزرگ صحابہ و تابعین کی مہنگ پر گامزن تھے۔ ان کے زمانے میں کسی معین شخص کے مذہب کی درس و تدریس نہیں ہوتی تھی۔ اس کے بعد قریبی زمانے ہی میں لوگوں نے کسی معین شخص کے کے مذہب کی درس و تدریس اور اس کی تقلید کی بدعت جاری کی۔ امام مالک

اور ان کے معاصر آئمہ کے کتنے ہی اقوال میں جن سے ان کے تلامذہ نے اختلاف کیا۔ اگر تم ان کے اختلافات کو نقل کرنا شروع کر دیں تو ہم اس کتاب میں اپنے اصل مقصد سے دور رہتے جائیں گے۔ وہ سب حضرات اجتہاد کی صلاحیت پر بہرہ در تھے اور قرآن و سنت سے استنباط کرنے کی قدرت رکھتے تھے گویا اللہ تعالیٰ ک و تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "خیروالقرون قرنی شما اللذین یلو نہم شوالذین یلو نہم" کی تصدیق کر دی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک زمانے کے بعد وہ اور مبارک زمانوں کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے۔

ایں تقیید پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ کیسے کہہ دیتے ہیں کہ مسلمانوں کی تقدیم تو امیر قدیم ہے اور ہم نے شیوخ کو بھی تقیید ہی کے مسلک پر پایا ہے۔ حالانکہ یہ بدعت تو ان بہترین زمانوں کے گزرنے کے بعد جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرح و شنا فرمانی ہے۔ تیسرا ہی صدی ہجری میں وجود میں آئی ہے۔ "المدونہ" کی شرح کے اس طویل اقتباس کے بعد آپ کو معلوم ہو گیا کہ تقیید کی بدعت قرون شلانہ (مشہودہ بالخبر) کے بعد ایجاد ہوئی ہے۔ اور آئمہ ارباعہ کے مذاہب کی تقیید بھی آئمہ ارباعہ کے عصر کے بعد شروع ہوئی، آئمہ ارباعہ خود بھی ترکِ تقیید اور اس کے عدم اعتبار میں صحابہ و تابعین کے مسلک پر گامزن تھے۔ آئمہ مجتہدین نے کسی مذہب کی تقیید کی اجازت نہیں دی بلکہ مقیدِ عوام نے خود ہی ان مذاہب کی تقیید کو راجح کر دیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے تواتر کے ساتھ موقن ہے کہ ہارون الرشید نے جب ان سے کہا کہ وہ لوگوں کو ان کے مذہب کا پابند کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو انہوں نے ہارون الرشید کو اس سے منع کر دیا تھا۔ یہ واقعہ امام مالک کی ریسرٹ کی ہر کتاب میں موجود ہے۔ بہت کم کتب تراجم اس واقعہ نے غالی ہوں گی۔

تقلید پر نام نہاد اجماع کی حقیقت جب یہ ثابت ہو گئی کہ مسلک تقلید کی بدعت اور ان مذاہب کو راجح کرنے والے مقلد عوام ہیں۔ قوایہ کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ اصول ثابت شدہ ہے کہ اجماع میں مقلد کی رائے اقتدار نہیں کیا جاتا۔ اجماع میں صرف اہل اجتہاد کی رائے معتبر ہے۔ اور علمائے مجتہدین میں سے کسی نے بھی تقلید کی اجازت نہیں دی۔ بدعت تقلید کے روایج سے قبل تو ظاہر ہی ہے۔ اور اس کے روایج کے بعد بھی ہم نے کسی مجتہد کے متعلق یہ نہیں سنا کہ اُس نے ان مقلدیں کی تفرقہ بازیوں کو درست کیا ہے۔ جنپوں نے مسلمانوں کو اختلافات اور تفرقہ و تشتت میں مبتلا کر دیا ہے۔ بلکہ اکابر علماء بھی یا تو تقلید پر نکیر کرتے ہیں۔ یاد کسی ضرر کے خوف سے یا کسی مالی منفعت کے لائچ میں تقلید کے بارے میں سکوت اختیار کرتے ہیں۔ خاص طور پر علمائے سور کا ترویجہ ہی یہ ہے۔ ہر عقل مند شخص جانتا ہے کہ اگر تمام بلاد اسلامیہ میں کسی جگہ کوئی مجتہد عالم اس بات کی تصریح کر دیتا ہے کہ تقلید محدثات اور بدعات کے زمرے میں آتی ہے اور اس کا اعتبار اور اس پر استمرار جائز نہیں تو تمام لوگ نہ ہی گران کی جاہل اکثریت اس کے خلاف خرُور اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ ان میں سے کسی جاہل یا کسی جابر و حاہل حاکم کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچ جاتا ہے تو لوگ اس کی توہین کرتے ہیں اور اس کی جان و مال کے درپے ہو جاتے ہیں اور اس کو نقصان پہنچانے سے باز نہیں آتے۔ اس قسم کا سلوک تو اس سے کمتر لوگوں کے ساتھ روا رکھنا بھی جائز نہیں۔ چونکہ علم اسریت کے بارے میں تمام جملہ اور کی طبائع تقریباً ایک سی ہوتی ہیں اور وہ کسی عالم کی بات کو قبول کرنے کی نسبت اپنے ہم غلب جاہل کی بات کو زیادہ قبول کرتے ہیں۔ اس لئے یہ بدعت تمام بلاد اسلامیہ میں بھیل گئی اور ہر جاہل مسلمان نے اسے اختیار کر لیا اور سمجھ بیٹھا ہے کہ دین یہی ہے۔

اور قیامت تک کے لئے یہی رہے گا۔ اسے معروف و منکر کا علم نہیں یہی حال ان علماء کا ہے جو علم تقلید سے شغل رکھتے ہیں۔ یہ بھی ان جہلاؤ کی ماندہ ہیں۔ بلکہ ان کی حالت ان جہلہ مسلمانوں سے بھی ابتر ہے کیونکہ یہ اپنی جہالت اور بد پراصرار کے مرتکب ہیں اور بدعت کو ان جہلاؤ کے سامنے خوبصورت اور اچھی چیز بنائ کر پیش کرتے ہیں جس کی وجہ سے یہ جہلاء کتاب و سنت کی معرفت رکھنے والے علماء تحقیقین سے مدافعت رکھتے ہیں اور ان پر بدعت، آئمہ کرام کی مخالفت اور ان کی تتفییص کا الزام لگاتے ہیں۔ اہل اقتدار ان جہلاؤ کی باتیں سنتے ہیں اور ان کی باتوں کو ممان لیتے ہیں کیونکہ جہالت میں یہ بھی عوام ہی کے سرم جنس ہیں۔ اگرچہ وہ کچھ مسائل بھی جانتے ہیں جن میں وہ دوسروں کی تقلید کرتے ہیں مگر انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ حق ہے یا باطل خصوصاً فاضی اور مرضی۔ عوام علماء کو اس نظر سے نہیں دیکھتے کہ ان میں تحقیقی عالم کون ہے اور زمامِ نہاد عالم کون ہے کامل کون ہے اور ناقص کون۔ کیونکہ اہل فضیلت کی فضیلت کا اعتراف اہل فضیلت ہی کرتے ہیں۔ رہتے جہلاء تو وہ علم کو اعلیٰ مناصب اہل اقتدار کے ہاں عزت و جاه اہل مذہب کے اجتماع اور دوستخواص اور متحارب گروہوں کے مابین فتویٰ بازی کے حوالے سے پر کھتے ہیں یہ وہ امور میں جو غالباً طور پر اہل تقلید کے ٹڑے ٹڑے علماء کی وجہ سے فاتم ہیں۔ اسے ہر وہ شخص جانتا ہے جو قدیم اور جدید زمانے کے لوگوں کے احوال کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ یہ تمام امور انسان کے مشاہدہ میں آتے ہیں اور تاریخ کی کتابوں میں وہ اس کا مطالعہ کر سکتا ہے رہتے علماء تحقیقین اور اہل اجتہاد تو وہ عام طور پر گفنا م رہتے ہیں کیونکہ ان میں اور ان کی کم تہمت جہلاء میں بہت تفاوت پایا جاتا ہے۔ یہ کم تہمت نام نہماً علماء اپنے منصب کے کنویں سے باہر نہیں نکل سکتے۔ اور علماء تحقیقین کو تقلید میں رغبت نہیں ہوتی۔ بے وقوف کے پاس عقل مند کی وہی قدر و

منزلت ہوتی ہے جو عقائد کے پاس بے وقوف کی ہوتی ہے۔ یہ اس سے دُور بھاگتا ہے اور وہ اس سے دور رہتا ہے۔ یہ نام نہاد علماء صرف اس وجہ سے ان علمائے محققین سے دُور بھاگتے ہیں کہ وہ تقلید میں ذرا بھر غبت نہیں رکھتے؛ اور تقلید ان علماء فہماں اور مفتیوں کا رأس المال ہے بلکہ ان متفکرین کے نزدیک علوم اجتہاد اللہ علوم نافعہ میں شمار نہیں ہوتے اُن کے نزدیک علوم نافعہ وہ ہیں جن کی وجہ سے ورس گاہوں میں ان کو مشاہرے ملتے ہیں۔ قتوں کی اجرت ملتی ہے اور قضاۓ کے عہدوں پر پڑی بڑی تنخواہیں ملتی ہیں، مگر اس کے باوجود ان میں سے جو علوم تقلید پڑھانے کے لئے مندرجہ میں پرستکتن ہے جب کسی مسجد یا مدرسہ میں درس دیتا ہے تو اس کے ایسے شاگرد سینکڑوں سے

لے امام شوکانی نے اس کتاب میں متعدد مقامات پر علوم اجتہاد کا ذکر کیا ہے۔ علوم اجتہاد سے مراد وہ علوم ہیں جن میں ملکہ اور ماہراز بصیرت حاصل کئے بغیر کوئی شخص اجتہاد کا ہاں نہیں بن سکتا۔ امام شوکانیؒ نے اپنی کتاب ارشاد الفحول میں ان کا علوم تفصیل جائزہ لیا ہے، ہم یہاں نہایت مختصر طور پر اُن کی طرف اشارہ کرتے ہیں اہل علم نے اجتہاد کی اہمیت کے لئے مندرجہ ذیل علوم کے حصول کو ضروری قرار دیا ہے۔

اول: قرآن و سنت کی نصوص کا کامل علم

ثانی: مسائل اجماع کا علم۔

ثالث: عربی زبان کا کامل فہم۔

رابع: اصول فقہ کا علم۔

خامس: ناسخ و نسوخ کا علم (ارشاد الفحول ص ۲۵۲ تا ۲۵۳)

علام شاطبیؒ نے المواقفات میں اجتہاد کی اہمیت کے لئے ایک اور چیز کو بھی ضروری قرار دیا ہے اور وہ ہے مقاصد شریعت کا کامل فہم (المواقفات: ۲: ۱۰۵) ہم سمجھتے ہیں کہ صاحب بصیرت کو ان مذکورہ علوم خمسہ سے تمارست سے ہی مقاصد شریعت کا فہم حاصل ہوتا ہے۔

تجاویز کر جاتے ہیں جو قضاء اور فتویٰ دینے کے لائق ہوتے ہیں وہ دُنیا دی ریاست
 جاہ کے حسُول کے خواہ شمند ہوتے ہیں یا اپنے آباد و اجداد کی ریاست وجاهہ ادا
 مناصب کو باقی رکھنے اور ان کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس
 مقصد کے لئے بڑے قسمی بیاس اور بڑے عماء پہنچتے ہیں۔ جب کوئی
 عالم آدمی بادشاہ یا بادشاہ کے اعوان و انصار اتنے بڑے حلقوں درس قسمی بیاس
 اور بڑی بڑی ضخیم کتابوں کو دیکھتے ہیں تو انہیں اس میں ذرہ بھر تراک نہیں تھا۔
 کہیجھ حلقة بہت بڑا علماء ہے۔ اسکے لئے دین کے بارے میں اس کی ہر جگہ
 تسلیم کر لیتے ہیں۔ اور اسے ہر شکل کا حل سمجھ لیتے ہیں۔ قیام شریعت کے ضمن
 میں اس سے بڑی امیدیں وابستہ کر لیتے ہیں۔ ایسی امیدیں وہ کتابوں کے
 حقیقی عالم اور ان تمام علوم کے ماہر سے بھی وابستہ نہیں ہیں جن پر معلمین کا فہم موجود
 ہوتا ہے۔ علم میں حقیقی ہمارت رکھتے والے علماء جب اجتہاد کا درس دیتے ہیں۔ تو
 گمانی کے روں میں چھپ جاتے ہیں اور ان کے حلقة درس میں ایک دو
 سے زیادہ آدمی نہیں ہوتے اس رتبہ پر سخنے والے طلبہ جو علم اجتہاد کے
 حسُول میں بہت مستعد ہوتے ہیں۔ چند ایک ہوتے ہیں کیونکہ علم اجتہاد
 میں رغبت صرف وہی رکھتا ہے جس کی نیت بالکل خالص ہوتی ہے جو صرف
 اللہ تعالیٰ کے نئے علم حاصل کرتا ہے اور دُنیا دی مناصب سے دور بھاگتا ہے۔
 جو اپنے نفس کو قناعت و زهد کی عادت ڈالتا ہے۔ دُنیاداروں کی نظر میں آئے
 حقیقی عالم کی جو مسجد کے کسی گوشے میں ایک دو شاگردوں کو درس دیتا ہے۔
 مقلد مغلبے میں کیا وقعت جس کے حلقة درس میں مقلدوں کا جو جم ہوتا ہے؟
 وہ تو اسے اس مقلد کے کسی شاگرد کی مانند سمجھتے ہیں بلکہ اس سے بھی کمتر۔
 کیونکہ انہوں نے تو "علماء" کے ان اوصاف کا مشاہدہ کیا ہوتا ہے۔ جن کا
 ہم نے بھی بھی ذکر کیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وہ صرف ان فقہوں
 اور دستاویزوں کو تسلیم کرتے ہیں جو ان مقلدیں کے ہاتھ سے صادر ہوتے

ہیں اور ان کی طرف مُسُوب ہوتے ہیں۔ اور ان کی نظر میں ان مُقلدین کی تعظیم اور بڑھ جاتی ہے اور ہر مقام پر ان مُقلدین کو اجتہاد کے اہل علم اپر ترجیح دیتے ہیں۔ اور جب کوئی مجتہد عالم کوئی ایسی بات کرتا ہے جو ان مُقلدین کے اعتقادات کے خلاف ہوتی ہے تو وہ اس کے خلاف جہالت پر اتر آتے ہیں۔ دُنیادار اور اصحاب اقتدار ان مُقلدین کی پُشت کرتے ہیں۔ اور اگر وہ ان کو بھافی یا مالی نقصان پہنچانے کی قدرت رکھتے ہوں تو ایسا کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ اور اس پر وہ اپنے تم جنس مُقلدین، عوام میں شکریتے کے سُحق شیخحتے جاتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ان کے زعم کے مطابق نصرت دین ائمہ قبویین اور ان کے مذاہب کی حمایت کا حق ادا کر دیا ہے۔ اپنے ان افعال کی وجہ سے جو سراسر جہالت و ضلالت پر مبنی ہیں۔ انہیں بے حد عنعت و وقار حاصل ہوتا ہے۔

وہ محقق عالم جو ہمیشہ حق کرتا ہے ان کے شر او ضرر سے بچ نہیں سکتا اس کی عزت ان کے سب دشمن اور الزام بدعت و ضلالت کی نشانہ بنتی ہے۔ بچھر کون ہے جو تعلیم کی بدعت پر تلقید کر سکے اور لوگوں میں اسکی تباہتوں کا ابطال کر سکے اور بچھر اس کے ساتھ ساتھ دنیا بہت پر کشش ہوتی ہے اور قلوب ہر حال میں خب شرف اور حبِ مال کی طرف بہت مال ہوتے ہیں۔ آپ خود ہی انصاف کی نظر سے دیکھیں کہ ان حالات میں اور ان انہوں کے ہوتے ہوئے عملائے اہل اجتہاد کے سکوت پر بدعت کی موافقت کا اطلاق کیا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں! یہ موافقت و رضامندی کا سکوت نہیں۔ بلکہ تلقیہ کا سکوت ہے۔ مگر بظاہر اس سکوت کے باوجود تلقید کے خلاف بیان کو ترک نہیں کرتے۔ کبھی کبھی تو وہ اپنی تصنیفات میں ان کی تصریح کر دیتے ہیں، اور کبھی کبھی ان کی تحریروں میں تلقید کی مخالفت صاف جملکتی ہے۔ بہت عملان تلقید کی مخالفت کو چھپاتے ہیں اور اپنی موت کے بعد تحریر (تلقید کی تصریح

کرتے ہیں۔ چنانچہ ادفوئی اپنے اُستاد امام ابن دقیق عید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی موت کے قریب ایک کافند مانگا۔ اور اس پر وصیت لکھ کر اپنے تکھے کے نیچے رکھلی۔ امام ابن دقیقؑ کی وفات کے بعد جب لوگوں نے یہ وصیت پڑھی تو یہ تقیید کی جو رحمۃ مطلق کے بارے میں تھی۔ بایں ہمہ بعض اہل علم و دوسرے قابل اعتماد علماء کے سامنے حرمت تقیید کے متعلق اپنے خالات واضح کر دیتے ہیں اور یہ تصریح نسل درسل اور ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ میں منتقل ہوتی ہوئی سلف سے خلف تک پہنچ جاتی ہے۔ علماء کا میں ناقصین کے سامنے بیان کر دیتے ہیں۔ اگر اس سلسلہ میں اہل تقیید حقیقت سے مجبوب ہیں تو دوسرے اہل علم تو مجبوب نہیں۔ خود ہم نے اپنے زمانے میں اپنے اساتذہ کو دیکھا ہے کہ وہ علوم اجتہاد میں مہارت رکھتے ہیں۔ مگر ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں پایا کہ تقیید کو صحیح کہتا ہو۔ ان میں سے بعض تو نہایت صراحت کے ساتھ تقیید کا انکار کر دیتے ہیں۔ اگرچہ بہت سے مسائل میں اہل تقیید اور اُن علماء کے درمیان کشمکش شروع ہو جاتی ہے اور ان کو محض داتبلک کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس میں اُن کے لئے بہت بڑا جرہ ہے۔ ہر زمانے اور ہر ہلک میں علمائے حق کو انہی حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

بالمحمدہ یہ ایسا معاملہ ہے جس کا مشاہدہ ہر شخص اپنے اپنے زمانے میں کرتا ہے اور ہم نے بلا اسلامیہ میں سے کسی شہر کے متعلق یہہیں سننا کہ وہاں کے باشندے تقیید چھوڑ کر قرآن و سنت کی ابیاع پر متحمیع ہیں ان میں سے جو لوگ علم سے نسبت رکھتے ہیں ان پر یا تو وہ مذہب غالب ہوتا ہے جس کے وہ مقید ہیں اور محققین ایسے لوگوں کو اہل علم میں شمار نہیں کرتے یادہ صرف چند علوم اجتہاد میں ماہر ہونے کی وجہ سے اجتہاد کی امہیت سے محروم ہوتے ہیں اور انہی اسی وجہ سے اُستاد تھے) کو مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

لہ ملامہ محمد بن اسماعیل صنعاوی المتوفی ۳۷۲ھ اور علامہ عبدالقدیر بن احمد المتوفی ۴۱۰ھ

طور پر نہیں بلکہ مجبوراً ادا کرہ تقلید سے باہر نہیں سکتے۔ یادوہ تمام علوم اجتہاد کے عالم اور ماہر ہیں۔ یہی وہ علماء ہیں جن پر واجب ہے کہ وہ کلمہ حق کہیں اور راہ حق میں کسی ملامت کی پرواہ نہ کریں۔ الایہ کوئی شرعی عذر نہ ہو۔ رہادہ شخص جو علم سے نسبت نہیں رکھتا وہ شخص عوام میں شمار ہوتا ہے جو تقلید وغیرہ کچھ نہیں جانتا وہ صرف اسلام سے نسبت رکھتا ہے وہ نماز اور دیگر عبادات اور معاملات وغیرہ میں وہی کچھ کرتا ہے جو اس کے شہر کے دوسرے مسلمان کرتے ہیں۔

اس تھب سے پاک ہوتا ہے جو دوسرے مقتدیں کا تیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل علم کو اس کے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔ ایسے شخص کے دل میں کوئی ایسی بیڑ نہیں ہوتی جو اس کو تھب پر ابھار سکے۔ البتہ بعض شیطان صفت مقتدیں اس کو علمائے اجتہاد کے خلاف بھڑکا دیتے ہیں اور وہ ان علماء کے خلاف جہالت پر امراز آتا ہے جس کی وجہ سے وہ دُنیا و آخرت میں بلاکت کے گڑھے میں جاگرتا ہے۔

یادوہ متذکرہ الصدر طبقہ کی سطح سے تھوڑا سا بلند ہوتے ہیں وہ اگرچہ حصول علم سے تو شغل نہیں رکھتے بلکہ وہ اپنی عبادات و معاملات کے باعث میں اہل علم سے پوچھتے رہتے ہیں اور انہیں صحیح اور غلط کی قدرے تمیز بھی ہوتی ہے یہ لوگ جس عالم سے مسائل پوچھتے ہیں اسی کی اتباع کرتے ہیں۔ اگر وہ کسی مقتدی سے مسائل میں استفسار کرتے ہیں تو وہ صرف اسے حق سمجھتے ہیں اور اگر کسی مجتهد سے استفسار کرتے ہیں تو وہ صرف اسے حق سمجھتے ہیں جس کی طرف وہ مجتهد را ہ نہیں کرتا ہے۔ اور وہ ان دونوں گروہوں میں سے صرف اسی کے ساتھ ہوتے ہیں جس کے نظریات اس پر غالب آجائتے ہیں۔

یادوہ ایسے لوگ ہیں جو مقتدیں کے علوم کی تھیمل میں مشغول ہوتے ہیں۔ ان کو حفظ کرنے اور ان کو سمجھنے میں مصروف رہتے ہیں اور وہ کسی دوسری طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے اور ادھر ادھر التفات نہیں کرتے۔ ان میں

علماء اجتہاد کے خلاف کوٹ کوٹ کر تعصیب بھرا ہوتا ہے۔ وہ ان علمائوں کو تکلیف پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ وہ عوام کو اس غلط فہمی میں بدلار کھتے ہیں۔ کہ یہ علماء امام مذہب کے سخت مخالف ہیں جس کے عظیم تصور کے لئے ان کے اذہان بہت تنگ اور ان کے قلوب اس امام کی ہیئت سے بہر زیستی ہے ہیں۔ جو ان کے نزدیک اس درجے پر پہنچ چکا ہوتا ہے کہ اس کے بعد آنے والوں کا اس درجے پر پہنچا تو بہت دُور کی بات ہے جو حابہ کرام بھی اس درجے پر

نہیں پہنچ سکے۔ اگرچہ وہ لوگ صراحتاً اس کا اٹھا رہیں کرتے تاہم اپنے دلوں میں اس بات کو ضرور چھپاتے ہیں۔ اگرچہ یہ حقیقت زبان پر نہیں آتی۔ مگر اپنے امام کے بارے میں اس اعتقاد نے ضرور جڑ پکڑ لی ہے کہ جب ان کے پاس یہ خبر پہنچتی ہے کہ علمائے اجتہاد میں سے کسی نے کسی مسئلے میں اس امام سے اختلاف کیا ہے تو جیسے اس نے کسی سخت قبیح امر کا ارتکاب کیا ہے اور جسے اس نے ان مقلدین کے نزدیک کسی نصی قطعی کی مخالفت کی ہے۔ جیسے اس سے کوئی ایسی خطا ہو گئی ہے جس کا کُفارہ ادا کرنا ممکن نہیں۔ اگر وہ اپنے مسلک اور موقف پر آیا ہے قرآنی اور احادیث متواترہ سے استدلال کرتا ہے تو یہ مقلدین اس کے استدلال کو قبول نہیں کرتے۔ وہ اس دلیل کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ اور اس مخالفت کی وجہ سے اس طرح عیب گیری کرتے ہیں کہ اتنی عیب گیری وہ فساق و فجار مشہور اہل بدعت مثلاً خوارج اور رواضن میں بھی نہیں کرتے۔ وہ اس کے ساتھ اس قدر بعض رکھتے ہیں کہ اتنا بعض وہ یہود و نصاریٰ سے بھی نہیں رکھتے۔ جو کوئی اس حقیقت کا انکار کرتا ہے۔ وہ دراصل ان لوگوں کے حوال سے واقف نہیں۔

بایمبلے صاحب اجتہاد ان مقلدین کے نزدیک ضال اور ضلیل ہے اس کے علاوہ اس کا کوئی جرم نہیں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ

وسلم پر عمل کرتا ہے۔ اور وہ اس مذہب پر آئمہ اسلام کی پسروی کرتا ہے کہ ہر عالم پر خواہ وہ کوئی ہو واجب ہے کہ وہ کتاب و سنت کو مقدم رکھے۔

حرمت تقليد پر آئمہ اربعہ کی تصریحات

امام ابوحنیفہ حرمت تقليد پر آئمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم نے بھی تصریح کی ہے۔ یہ بات ان آئمہ کرام سے متعدد طریقوں سے ثابت ہے۔ صاحب "پدایت" روضۃ العلماء میں رقم طراز ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اگر کتاب اللہ ان کی رائے کے خلاف ہوتی کیا کیا جائے جناب امام نے فرمایا کہ کتاب اللہ کے مقابلے میں ان کے قول کو چھوڑ دیا جائے۔ ان سے کہا گیا کہ اگر سنت رسولؐ ان کے قول کی مخالفت کرتی ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ مقابلے میں ان کے قول کو ترک کر دیا جائے اُن سے سوال کیا گیا کہ اگر کسی صحابی کا قول اُن کے قول کے خلاف ہو انہوں نے جواب دیا کہ صحابی کے قول کے مقابلے میں بھی اُن کے قول کو چھوڑ دیا جائے امام ابوحنیفہ کا مندرجہ بالا قول اُن کے بہت سے اصحاب اور بعض دیگر لوگوں نے نقل کیا ہے۔

امام مالک اسی قسم کا مقابلہ نور الدین شہوری نے امام رحمۃ اللہ علیہ سے بھی نقل کیا ہے۔ ابن مینی اپنی کتاب "المنک" میں ذکر کرتے ہیں کہ معن بن عیاض روایت کرتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ میں انسان ہوں میں کبھی صحیح ہوتا ہوں اور کبھی مخدوسے خطا ہو جاتی ہے اسلئے میری رائے میں اچھی طرح خور کر لیا کرو۔ جو کتاب و سنت کے موافق ہو اسے اختیار کر لیا کرو اور جو کتاب و سنت کے موافق نہ ہوا سے چھوڑ دیا کرو۔ لہ علام رشیقی نے اس قول کو "الاعظام" میں نقل کیا ہے۔ جلد ۲ صفحہ ۳۷۷

اجپوری اور خرشی نے بھی مختصر خلیل کی مشرحوں میں مندرجہ بالا قول کو نقل کرتے ہوئے اس کو تسلیم کیا ہے نیز امام مالک کے اصحاب میں سے ایک جماعت نے اور بعض دیگر علمائے کرام نے اس قول کو روایت کیا ہے۔

امام شافعی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے توحید تقلید کی تصریح تو تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور یہ چیز علمائے کاملین پر تو کیا ان تفصیل پر بھی مخفی نہیں۔ ان کے اکثر اصحاب نے اس قول کو نقل کیا ہے۔ ایک وہ کہ ہوا ان کے تمام سیرت نگاروں نے اس کی تصریح کو نقل کیا ہے۔
امام بیہقی امام شافعی کے شاگرد امام ابیریث سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے امام شافعی سے سُننا ہے جناب امام نے کسی شخص کے سوال کے جواب فرمایا۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ اس طرح مردی ہے“ سائل نے عرض کی اے ابو عبد اللہ! آپ کی راستے بھی یہی ہے؟ امام شافعی کانپ گئے اور ان کا رنگ متغیر ہو گیا اور فرمائے لگئے۔ تیرا برا ہو! کون سی زمین مجھے پیش دے گی۔ اور کون سا آسان مجھ پر سایہ گناہ ہو گا۔ جب میرے سامنے رسول اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث روایت کی جاتے اور میں اُس کے مطابق فتویٰ نہ دوں؟ ہاں! سر آنکھوں پر پاں! سر آنکھوں پر۔“

بیہقی ہی روایت کرتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔
”اگر تم میری کتاب میں کوئی ایسی بات پا تو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی سنت کے خلاف ہو تو میرے قول کو چھوڑ دو۔“

بیہقی روایت کرتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ جب ثقہ راویوں کا سلسلہ اسنا د رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچے تو وہ حدیث صحیح اور ثابت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو کبھی

نہیں کرتا یا ہے اس کے آس کی مخالف بھی آجی کی کوئی حدیث ہی نہ
امام شافعی روایت کرتے ہیں کہ امام شافعی نے ایک حدیث روایت کی
اس پر ایک شخص نے اُن سے پوچھا۔

”کیا آپ اس حدیث کو اختیار کرتے ہیں؟“ جو نہوں نے فرمایا۔
جب میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث روایت کی
جائے اور میں اُسے اختیار نہ کروں تو میں تمہیں گواہ بناؤ کہتا ہوں کہ میرے عقل
ماری گئی ہے۔“

علیہ ابن قیم اپنی معرکہ الارکناب ”اعلام المتعین“ میں بیان کے حوالے
سے لکھتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ تھے۔
”ہر وہ مسئلہ جس کے بازارے میں میرے قول کے خلاف محدثین سنگھاں صحیح
حدیث موجود ہے، میں اپنی زندگی میں اور سوت کے بعد اس حدیث کی طرف
رجوع کرتا ہوں۔“

ابن القیم ”حلمه بن سبیلی“ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ امام شافعی
نے فرمایا ”وہ میرا قول نہیں جس کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
حدیث موجود ہو۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث مل جائے
تو اس کی ابیاع اولی ہے۔ اور میری تقلید نہ کر فرم۔“

”حیدری“ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے امام شافعی سے کوئی مسئلہ پوچھا کہ
خاناب ایام تھے مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے اہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے یوں فرمایا ہے۔ اس شخص نے پوچھا ”اسے ابو عبد اللہؑ اُپ کی بھی بھی
راتے ہے؟“

امام شافعی نے فرمایا ”کی تو مجھے زیارت پہنچنے ہوتے دیکھ رہے ہے جیکیا مجھے
سکنی سے سکھتے ہوئے دیکھ رہا ہے جو میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے مقام ابن قیم نے بہت تفصیل سے امام شافعی کے احوال متعلق ساختے ہیں غلط نظر ہے
(اعلام المتعین جلد اول ص ۲۶۷)

علیہ وسلم نے فرمایا اور تو مجھ سے کہتا ہے کہ کیا تیر میں بھی ہی رائے ہے؟ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا رواست کروں اور اس کے مطابق فتویٰ نہ دوں؟

امم اخحر میں علامہ جوشنیز آپ کی کتاب "النہایہ" میں عجم طرائف میں کہ امام شافعی نے فرمایا ہے جب میرزا محمد سب کے خلاف صحیح حدیث مل جائے تو اس کی پیروی کرو۔ اور جان لو کہ یہی نہیں کہ اندھہ ہے۔ اسی سے ملی بھتی روایات علامہ خلیب بغدادی نے اور علامہ ذہبی نے "تاریخ الاسلام" اور "النبی و آئینہ" میں علم نے نقل کی ہے جن کا احاطہ مشکل ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تو اسی میں رقمظر اڑ میں۔

"امام شافعیؒ کا یہ قول بہت مشہور ہے کہ جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی

میرا نہیں ہے" اسی میں علامہ سبکیؒ بیان کرتے ہیں کہ اس سلسلہ میں امام شافعیؒ کی ایک تصویف

میں ہے۔

امام احمد بن حنبل امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ آحمد ار لعنه علیہ السلام سے زیادہ رائے سے نفرت کرنے والے رائے سے سب سے زیادہ دور و نظر کا سب سے زیادہ المقرب کرتے تھے علامہ ابن القیمؒ اپنی تصویفات میں شیخ الاسلام الموقعدینؒ میں امام احمدؒ سے نہایت صراحت سے روایت کرتے ہیں کہ اصولی طور پر اپنے پر عمل ہے میں نہیں علمائے حنبلیوں میں سے علامہ ابن الجوزیؒ وغیرہ نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے جب وہ رائے سے روکتی ہے اور یہ اس سے نفرت کرتے ہیں تو ان کا قول بھی آئندہ ملاش کے قول میں ہے امام احمد اور مسحائیہ شافعیہ یا اس شافعیہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔ محدث میرزا میرزا یوسف

میرزا حسن اور مسحائیہ شافعیہ میں مخالف ہے اسی سبب میں اپنے دے ماری میں اسی عصامؒ میں ایک دلیل دیا ہے۔

بکری محدث بات ہے جو اس پر وولادت کرتا ہے کہ حدیث صحیح ان کا مذہب ہے۔ لام احمد اس پیغمبر اضافی رکھتے ہیں کہ نبی محمد ﷺ کو اس کے عمل کرنے تھے ہیں۔ اگر وہ شخص کے مذاہف نہ ہو، مگر وہ تدوینے ہی پر عمل کرنے تھے وہ کہتے ہیں۔ علامہ شعراویؒ، ایضاً میں یہ دلطاویؒ یہیں کہ نبی محمد ﷺ کا قول ہے، کہ جب صحیح حدیث ملن جائے تو وہی چار اندھے ہے اور کسی کے لئے قیاس اور حجت کی گنجائش نہیں رکھی۔

عقل یا حدیث درحقیقت آئمہ راجیعہ کی موافقت ہے، جب حقیقت

واضح ہو گئی کہ آئمہ راجیعہ کا لوتپنی لا جھوٹ کے عقابیے میں نصیب کو مردم رکھنے پر اجماع ہے تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ وہ عالم جو لیل مذاہب کے قول کو جھوٹ کر نہیں رکھنے کرتا ہے وہ درحقیقت آئمہ راجیعہ کی موافقت کرتا ہے۔ اور وہ مقلد

ایضاً اس اور راستے پر میں امام احمد بن حنبلؓ کے نامیں کیا یہ ترجیحی صحن ہے۔

کیونکہ امام موصوف قرآن و سنت کی فصوص، فتاویٰ، معاجم اور حدیث ضمیخت کی حدود میں موجود گئی کے وقت رکے اور قیاس پر عمل کرنے تھے ہیں۔ اب فتحیم اعلام الموقوفین میں

قیاس کے بارے میں امام احمد کا مذہب بخیل کرتے ہیں۔

کسی سلسلہ میں جب امام احمد کے پس نص یا قول صحابی حدیث بخیل یا حدیث ضعیف نہیں ہوتی تو وہ پانچویں اصول کی طرف جوڑ کرتے ہیں۔ اور وہ یہ قیاس یا فروز کہ وقت یہیں

پر عمل ہے قیاس یہیں ہے اور مذہب امام مذاہبی حقیقت کے متعلق پہلے تو انہوں بخوبی یا کہ مفرط ضرورت سے وقت قیاس پر عمل کیا جاتا ہے۔ اسلام الموقوفین (۲۴۱)

خود امام شوكانیؒ نے ارشاد افسوس میں ابھا خداویس کے حوالے سے امام احمد کا یہ قول بخیل

بھی کیا ہے کوئی شخص قیاس سے مستغفی نہیں رہ سکتا۔

قیاس کی مذاہب میں امام احمد کا جو قول بتا جاتے تھا انہوں بخوبی نے اس کی بتاویں کی

بیان کر دفعہ کی موجودگی میں ایسا حسن فاسد الاعویا وہ ہے، ضفت۔

جو اپل مذاہب کے قول کے مقابلے میں نصوص کو ترک کر دیتا ہے، وہ اللہ اور رسول اپنے اہم اور بوجگر تمام علمائے اسلام کی مخالفت کرتا ہے۔ خدا کی قسم باللہ تعالیٰ سے ٹورتے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چاکرتے ہوئے نکورہ بالا اقتیات نوک قلم سے چاری ہوئے ہیں۔ یا اسماعیل بابک ایک ہوشیں کے لئے اللہ اور رسول کے قول کو علمائے امت کے اقوال پر مقدم رکھنے کی خاطر ان اقتیات سے تائید حاصل کرنے کی ضرورت ہے، یا اللہ تعالیٰ بھی کون ایسا ہوشیں ہو سکتا ہے جس پر یہ واضح حقیقت طبیس ہو، اور آخر اسے ان علماء کے اقوال سے تائید حاصل کلایا پڑے کہ اللہ اور رسول کا قول ان کے اقوال پر مقدم ہے۔ وہ اس اصول سے سب واقع ہیں کہ ترجیح تعارض کی فرع ہے۔ وہ کون ہے جس کا قول اللہ اور رسول کے قول سے تعارض ہو سکے چنان کہ ہمیں ترجیح دلکشیم کا طرف رجھنے کرنا پڑے۔ سبحان اللہ یہ تو پہیان عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان مقلدین کو غارت کرے۔ جس کے غلوکو روک کر آئے الیع رحمہم اللہ کو ایسے اقوال کے مقابلے میں اللہ اور رسول کے قول کو مقدم رکھنے کی تصریح کرنا پڑے۔ یہ غلو یہود و نصاری کے اس غلو سے مشابہت رکھتا ہے جو وہ اپنے اجراء روہیان کے بارے میں کہتے۔ لالہ مقلدین نے ہمیں بھی ان اقتیات کے نقل کرنے پر بھروسہ کیا۔ ورنہ یہ لمحیٰ واضح حقیقت ہے جو کسی پر شتم نہیں ہو سکتی۔ بفرض محال امعاذ اللہ اگر علمائے اسلام میں سے کوئی عالم اپنے قول کو اللہ اور رسول کے قول کی مانند قرار دیتا ہے تو اس سے قول کو اللہ اور رسول کے قولیں پر مقدم رکھنا تو بجا وہ مقول رکھنے ہے ہی کافر لا رہبر ہے۔ اتنا اللہ و اتنا الیع رحمہم اجمعون۔ ان مذاہب نے اپل مذاہب کے ساتھ ٹکیا کیا۔ بعد انہیں کہاں ہے آئے کاشن ایہ بیوق اور ہرم مقلدین عقل ہے کام ہے کر خود کریں کیونکہ الہ لوگوں نے علم میں فکر تو پر ترک کرو یا اور اللہ اور رسول کی واضح نصوص اور اپنے آئمہ مذاہب کے

اتوال کے بابیں مواد کرنے لگئے۔ انہوں نے تھوڑا کر لیا کہ یہ آئمہ کرام رسول اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں اُن مقلدین میں سے جس میں فدہ بن حبیب علیہ رَحْمَةُ اللّٰہِ وَسَلَّمَ کے ساتھی ہے کہ یہ آئمہ قبویین آپ کے ساتھے بھر عقل باقی رہ گئی ہے کیا وہ سوچ سکتا ہے کہ یہ آئمہ قبویین آپ کے ساتھے بھر عقل ہے پورا کام کر سکتے ہیں یا آپ کے قول کی مخالفت کر سکتے ہیں بہرگز نہیں! آئمہ کرام میں سب سے زیادہ تقویٰ اور سب زیادہ خوبی ہے۔ اکابر صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور سیاست کی دلچسپی بہت سے حوادث میں آپ سے سوال ہیں کر سکتے تھے انہیں یہ بات اچھی لگتی تھی کہ اہل بادیہ میں سے مختلف بند شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر کوئی سوال کرے تاکہ وہ اس کے سوال سے مستفاذہ کر سکیں جیسا کہ صحابہ حادث میں ثابت ہے صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجمعین رسول اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح ہو تو بہرگز بیٹھتے تھے گویا کہ ان کی وجہ سے اُنھا کہ آپ کی طرف نہیں دیکھتے تھے۔ وہ آپ کو ہنس کر تھیر اور کمرت سمجھتے تھے کہ وہ حضور کی آزار کے ساتھ اپنی آزار کے تعارض کا تقدیر بھی نہیں کر سکتے تھے۔ تابعین بھی صحابہ کرام کے ادب میں قریب بھی طریقہ ارکھتے تھے اور تبع تابعین بھی تابعین کے ساتھ اسی طرح ادب سے پیش آتے تھے۔ اے مقلد! آپ کا یا خال ہے کہ اگر آپ کا امام حضور کے ساتھ حاضر ہو تو کیا اسی طرح ادب و تعظیم ہے سر جھکا کر کھڑا ہے تو؟ اے منکرین! اگر تو علم سے راہ نہایتی حاصل نہیں کر سکا تو کم اونک عقل ہنی سے راہ نہایتی حاصل کر لو۔ کیونکہ اگر تو عقل ہی سخروشنی حاصل کرنے کی بوسیش کرے گا تو اپنی جہالت کی تاریکیوں سے بکل کر فوج ہیں آجائے گا۔ آپ کو تقدیر نصوص کے بارے میں آئمہ اربعہ کے اتوال کی معرفت حاصل ہو گئی ہے جو ہم نے گزشتہ سطوریں نقل کئے ہیں۔ ہم نے منع تقلید پر ان کا جمل

بھی آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے ۔ ہم نے امام ابوحنیفہ، امام دارالحجۃ، مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہما کے اقوال بھی تعلیم کر دیتے ہیں ہم منع تقلید کے پار سے میں امام محمد بن زیاد سے شافعی کے تمام اقوال بھی آپ کے سامنے ہیں۔ فرمدا امام شافعی کے شاگرد و شیخہ امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "محض مزنی" کے اہتمایتے کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیجئے رقم طلب ہیں۔ یہ امام شافعی کے علم اور اُن کے اقوال کے معانی کا اختصار ہے تاکہ میں اسے اس شخص کے سامنے پڑھوں جو آسن کو اخذ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اس بحث کو بھی ملاحظہ کھانا ہو گا۔ کلام شافعی نے اپنی یا کسی اور کی تقلید سے منع کیا ہے۔ تاکہ وہ شخص اپنے دین کی خاطر اس میں غور کرے اور پوچھے جو ہے کے ساتھ اسے اخذ کرے۔

ان المفاظ پر غور فرمائیے جن کو امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اور امام مزنی امام شافعی کے ذہب کی سب سے زیادہ معرفت رکھتے تھے۔ اور امام شافعی کی اس تصریح کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے اُہوں نے اپنی یا کسی دوسرے کی تقلید سے منع فرمایا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منع تقلید میں بہت سے اقوال منقول ہیں۔ چنانچہ ابو داؤد کہتے ہیں۔ "میں نے امام احمد سے عرض کی۔ اوزاعی، مالک سے تسبیح سنت ہیں۔"

امام احمد نے فرمایا۔ اپنے دین میں ان میں کسی کی تقلید نہ کر جو حیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت ہے لیس اسی کو اختیار کر لے۔" ابوداؤد کہتے ہیں۔ میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ فرماتے ہوئے سنبھا ہے۔ ابی عایہ ہے کہ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرئے صحابہ کو اکے تعامل کی پیروی کرے اور بکثر تابعین کی پیروی کرے۔"

لما خط خرمائیہ امام مولانا فیصل فخری تعلیم اور اتباع میں تفسیرت کی
بنتے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ «مجھ سے امام احمد بن حبیل نے فرمایا میرے تعلیم و تکریر نہ مالک، شافعی،
او زاعی اور قواری کی تعلیم کو بخوبی دینے کو اسی دل نہیں دیتے لیکن اخلاق کو بخوبی سے آہوں
نے اختیار کیا ہے۔ ایسا کو اخلاق کو بخوبی دینے کے لیے خیر کسی شخص نہیں سمجھ کی کہی پر دامتہ کرتے ہے۔
مرد وہ اپنے دین میں

رجاں کی تعلیم کرتا ہے۔» یہ علامہ ابن القیم بحث ہے۔ اسی وجہ سے امام رحمہ فقہ میں کوئی کتاب
تہذیف نہیں کی بلکہ ان سے تندگروں نے ان سے اقوال افعال اور رجابات وغیرہ
نے ان سے تدریج کی تدریج کی ہے یا

علامہ ابن القیم تعلیمیں اسیں رقم طراز ہیں، آپ کو معلوم ہونا
بنا ہے کہ متقد کو اس چیز پر اعتماد نہیں ہوتا جس میں وہ تعلیم کرتا ہے۔ تعلیم میں
منقطعہ حقل کا ابطال ہے۔ اس موضوع پر ان ہدایتے ہیں بہت طویل بحث کی ہے۔

حرمت تعلیم اہل بیت کی تصریحات بالجملہ تعلیم کے باعے

میں آئمہ اربعہ کی مخالفت اور اپنی آزاد اور دیگر علماء کی آزادی قرآن و سنت کی
خصوص کو مقصد رکھنے میں ان کا موقف اس سے قدر واضح ہے کہ صاحب علم
پر خواہ ان کا پیر و ہری کوئی اور مخفی نہیں رہ سکتا۔ رہی تعلیم کے بارے میں
ویکھ آئمہ قبیوں کی نصوص تو آئمہ اہل بیت علیہم السلام بھی تعلیم سے منع کرتے
ہیں۔ ممانعت تعلیم کی نصوص ان کی معروف کتابوں میں موجود ہیں۔ ان کے
ذرا ہب کی معرفت رکھنے والوں نے ان سے حقل کیا ہے جو کوئی ان نصوص کو
لے رہا تھا اقوال علامہ ابن القیم نے اعلام الموقیعین جلد احادیث اپنے نقل کئے ہیں

دیکھنا چاہتا ہے۔ اسے ان آئمہ کو قرآنی مصیفات کے بھاطال عہ کرنا چاہتے ہیں۔ امام محمد بن ابراہیم وزیر نے اپنی تصنیفات میں ان نصوص کو جمع کر دیا ہے جو کافی و شافی ہے خصوصاً انہوں نے اپنی معروف کتابیۃ القواعد میں آئمہ اہل بیت اور دیگر تلامیح مسلمانوں کا جامع الفصل کیا ہے کہ ہر وہ تخصیصات کی تقید حرام ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے بہت طویل اور عمده بحث کی ہے۔ آپ کے لئے امام ہادی شیخ بن حسین کی تہذیب حیات کافی ہے۔ کیونکہ امام ہادی و حضرتی چیز کہ دیواریں کے تمام مسلمانوں کے اپنے عصر یعنی میری صدی ہجری ہے لے کر آج تک اُن کے ذمہب کی تقید کرتے ہیں۔ اُن کے متبعین اور ان کے ذمہب کا علم رکھنے والوں کے ہان یہ حیثیت ہے کہ حتیٰ کہ انہوں نے اس راحت تقید کی ممانعت کی ہے کہ اس میں کسی شبک شعبہ کی نیخایش نہیں۔ اُن کا یہ قول ہوا دیواریں میں مشہور ہے۔ جسے دیگر لوگ تو کیا خود امام ہادی کے متقدیں بھی جانتے ہیں۔ مخصوصہ امام ہادی کی تقید کو تجھے ساختہ خواہ امام ہادی چاہتے ہوں یا نہ چاہتے ہوں۔

ان کے متقدیں کہتے ہیں کہ یہ تقید جائز نہیں مگر انہوں نے متاخرین کے قول پر عمل کر تھے۔ انکی تقید کی وجہ امام ہادی کی تقید جائز ہے۔ حالانکہ امام ہادی نے خود تقید سنتے منع کیا ہے۔ اگر جب میں اخلاص ہے تو یہ حیرا پ کو بہت عجیب و غریب نظر آئے گی۔ ابھی سے آپ کو یقینت بھی معلوم ہو جائے گی کہ امام ہادی کے بعض متبعین نے اصول و فروع کی تابلوں میں تقید کے جواز کی جو تصریح کی ہے وہ ان کے امام کے نہیں بلکہ کہ مطابق نہیں، ان میں بھی تقید اسی طرح آتی ہے جیسے دوست کے ذمہب میں۔

ذرا ہب مُسْتَقِرٌ فِي قُرْآنٍ وَ مُشَكٍّ كَوْمَسُورٍ خَرْبَيَا؟
میں امام ہادی اور امام اعظم زین بن علی علیہ السلام کے متبعین انصاف کے مامل

یقین خصوصاً اجتہاد کا دروازہ کھلاد کرنے تقلید کو جائز قرار دینے اور اس جاز
کی کوئی معین امام کی تقلید کرنے والارہ میں مخصوص رہ کرنے کے بارے میں انہوں نے
دامن انصاف کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ جیسا کہ آن کی مالیفات سے یہ حقیقت
بیان کر رہے ہیں اس کے بعد مقلدین اپنے آپ پر کسی امام معین کی تقلید
و احتجاد قرار دیتے ہیں۔ انہیں اس بات پر سکون و اطمینان ہے کہ اجتہاد کا
دور مذہبی پندت ہو چکا ہے اور بندوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم منقطع ہو چکا ہے
لیکن انہیں جہالت میں پر شرکیت حواس کو معارف علیحدہ سے نوازتے رہتے ہیں انہوں
نے حواس کی خاطر مسائل تقلید کی معرفت میں کلمہ میں مدون کیں اور انہیں یہ
فہرست نہیں کروایا کہ کام کا زمانہ گزد ہے جانے اور مستقر ارث مذہب کے بعد
جیتھے کا دور و ازہم ہو چکا ہے۔ اور ان کی بدعادات میں ایک اور بعد اس کا اضافہ
کہ وہ اور ان کی سختیاں احتت کرو گا کہ دیا اور ان کے بارے میں جہالت کا
فیصلہ کر کے ان کو یا ہم قراوے دیا۔ جو کوئی ایسی بات کہنے کی جرأت کرتا ہے
اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس قسم کا حکم لگا سکتا ہے جس سے اللہ
تبدیل کے اپنے بندوں پر تعلیم و ارشاد کے ذریعے فضل و کرم کرنے سے غابز
ہو نہ لازم آتا ہے۔ وہ یہ جرأت بھی کر سکتا ہے کہ بندوں میں غلط فیصلہ کرے
اور اپنے کلام میں بے تکے پن کا اظہار کرے تجنب ہے انہوں نے جہالت اور
بدعت تقلید پر جو کہ تمام بدعتوں کی جگہ اور ہر قسم کی قباحت و نشاعت کا طبع
ہے۔ کسیے قباحت کر لی ہے یہاں تک کہ ان مقلدین نے اُمّتِ محمد پر کتاب
و سنت کے ذریعے معرفت شریعت کی تمام را یہی مسدود کر دیا یہ دعویٰ
کیا کہ معرفت دین کی کوئی بیبل نہیں۔ گویا فهم بشری بدل گیا ہے عقل انسانی
کی تمام صلاحیتیں ختم ہو گئی ہیں۔ یہ اس بات کی خواہش ہے کہ تمام اُمّت میں
یہ اُمّت تقلید کا ہو چائے اور اُن کے طبقہ میں کوئی شخص اللہ کی طمع سے بلند
ہو کر نہ ہو سو یہ۔ گویا کتاب و سنت سے ماخوذ شریعت جو ہمدرد سے سامنے موجود ہے

فسوخت ہو چکی ہے۔ اوس کی نسخ و مقدمات میں جو دین حق میں ان کی تقلید نے رجھا دکی ہیں۔ لوگوں کو قرآن و سنت کی کسی ایسی بات پر عمل نہیں کرنا چاہئے خاص سترہ میں جس کا شورت نہ ہو۔

بات یہ نہیں کہ مذہب کی آزادگا رکاب و سنت کے موافق ہیں۔ تب اس پر عمل ہو گا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کتاب و محدث کی فصیح صفات میں مذہب کی موافقت کرتی ہیں تو تب لائق پر عمل ہوتا ہے مگر قرآن و سنت کی فصیح مذہب کی مخالفت کرتی ہیں تو ان نصوص سے تمہار کرنا اور ان پر عمل کرنا باطل نہیں ہے۔ یہ اُن کے اقوال کا حاصل ہے۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ اس تصریح پر خواہیں تو یک عوام کا ذرہ سمجھی ان کے مسلک تقلید کو قبول کرنے پر تیار نہیں جسے ممکن کرنا کے دل کا نپ اٹھتے ہیں تو انہوں نے اس کفر یہ عہدات اور مقامات جاہلیت کو اپنے الفاظ کے پردے میں چھپا دیا۔ جن سے ان کا مقصد فوت نہیں پوتا وہ عوام ہیں پکھا اسکے طرح بات کرتے ہیں ابھیاد کا دروازہ بند ہو گیا۔ اس جھوٹے دوز اور افہار کا معنی یہ ہے کہ اب اس تہذیت اسلامیہ میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہے گیا جو کتاب و سنت کا فهم رکھتا ہو۔ جب کتاب و سنت کا فهم رکھتے والا باقی

سلہ ابوالحسن رکنی تو مبالغہ کرتے ہوئے یہاں تک کہتے ہیں۔ "حکل ایہ تخلاف قول اصحاب افانها تحمل على النسخ او على الترجيح واولی ان تحمل محلی المأولين من جهة التوفيق كل خبر صحیح بخلاف قول اصحاب افانه يحمل على النسخ او على انه معارض بمشلة"۔ (اصول البرز وی مع اصول الکرخی ص ۳۴۲) ترجمہ۔ ہر وہ آیت قرآنی جو ہمارے اصحاب کے مذہب (یعنی مذہب حنفی) کے مخالف ہے وہ اپنے فسوخت سمجھی جائے گی یا اسے تزییج پر محاذ کیا جائے گا اور اگر اپنے مذہب کے موافق بنانے کے لئے اس کی تاویل کر لی جائے تو پہتر ہے (اصول البرز وی ص ۳۴۳) ... ہر وہ حدیث جو ہمارے اصحاب کے مذہب کے خلاف ہے وہ نسخ پر محول ہو گی یا یہ کمابدا نے گا کہ اسی جیسی کوئی حدیث اس کی معارض ہے۔ ص ۳۴۳۔ اما اللہ دانا الیہ راجعون،

نہیں تو کتاب و سنت کو سمجھنے کی کوئی سبیل نہیں۔ جب کتاب و سنت کے پھر کی کوئی راہ نہیں تب ان میں کتنے ہی احکام اپنے ہیں جن کی طرف اتفاقاً اور ان پر عمل کرنا ممکن نہیں خواہ وہ مذہبی کے موافق ہوں یا مخالف، کیونکہ لدنی شخص ایسا موجود نہیں ہے جو کتاب و سنت کی صورت کے معانی کی معرفت رکھتا ہو یہ اللہ تعالیٰ پر تھوڑے اور بہتران ہے۔ گواہ وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسی ملکوں پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا جو اس کی شریعت کو سمجھ کر اس کے مطابق اس کی عبادت کرے جسی اس کی اللہ تعالیٰ نے کتاب و سنت پر فریط اپنے بندوں کو جو شریعت عطا کی ہے وہ شریعت مطلقہ اور دا کی نہیں بلکہ وہ شریعت مقدار اور ایک خاص مدت وقت مقرر تک کے لئے ہے پر تمہت میغیرہ اس سب مستقرہ کے نکودہ دایتوں برختم ہو جاتی ہے، ان مذاہب کے خپور کے یہ کوئی کتاب و سنت نہیں۔ بلکہ اس امت کے لئے ایک نئی شریعت وجود نہیں آگئی ہے۔ جو اپنی رائے اور نظرنے کے مطابق قرآن و سنت کے مبالغہ احکام کو منسوخ کر سکتی ہے۔ اگرچہ مقدمہ زبان قالے اس کا انکار اور اس کی تردید کرتے ہیں۔ مگر زبان حال سے ہمیں چیز لازم آتی ہے۔ ورنہ ان کے اس دعویٰ کا اور کیا معنی پوسکتا ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہے اور تقیید کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ جب وہی دعویٰ کرتے ہیں تو اس سے وہی نہیں نکلتے ہیں کہ تم نے ذکر کیا ہے میہاں تم ان کو یہ آیت بھی پڑھ کر سن پڑی اتَّقْدِ فَإِحْيَا هُمْ وَرُهْبَانَهُمْ انہوں نے اپنے علموں اور راہبوں کو اذْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللَّهِ (التوبہ۔ ۳۱) اللہ تعالیٰ کے سوا اپنارب نہیں ہے۔ وہ اگرچہ اس کا انکار بھی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے اور تقیید ضروری نہیں۔ ان سے لوچھا جائے کہ پھر تم کتاب و سنت پر عمل کرنے والوں اور اپنے دین کو بلا واسطہ قرآن و سنت سے اخذ کرنے والے پر طرح طرح کے الزام کیوں لگاتے ہو تھم نے ان کی غریب پر جملے کرنے اور ان کو

تکالیف پہنچانے کو کیسے جائز بحث یا ہے۔

اپنیں خود علم ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ لوگ بھی جانتے ہیں جو اُن کے مذہب کی معرفت رکھتے ہیں مگر یہ پوری شدید مدد سے اجتہاد کا دروازہ بند کئے ہوتے ہیں اور اچھوں نے کتاب و منتشر ہیک تھیختے کی تمام را ہیں مدد کر کر ہیں۔ ان پر بلا تردود و بھی بات لازم آتی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ لہذا آپ خود ہی انصاف کر لیجئے کہ بعد ات تلقید کے سبب سے دین کو کن کن محسابت سے دوچھوڑنا پڑا اور کن کی مشیختانی برائیوں کا سامنہ کرنا پڑا۔ معابر تلقید کی وجہ سے اگر اجتہاد کے مدد و مہوتے کی برائی نہ جنمیتی تو بھی تلقید کی بٹی اپنی کو بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ تلقید ایسی صیحت ہے جس نے سرے سے شریعت کی بساط ہی پیٹ کر کھدی ہے تلقید سے اللہ اور اس کے رسول کے کلام کا فضوخ ہو گیا اور رسول کی آنحضرت کا مظہم ہونا اور ان سے حکم کی جگہ تے دوسری کیے حکم تلقید کرنا لازم ہتا ہے۔ اسے اصلاح کی موت کی طبیعت ہے واثق اُنہاں کی موت کا اعلان کر دیں کیونکہ نیکیاں زائل ملکیتیں اور میریاں فی برسوں گیئیں۔

تلقید میں زیدیہ اور بادویہ کا تقصیب

دوسریں ہے کہ دیار میں یعنی زیدیہ اور بادویہ میں اجتہاد کا دروازہ بھلاؤ رکھنے کے باہر یعنی انصاف کے حامل ہم موجود ہیں تو یہ گزرتے زمانوں کی بات ہے۔ اب جو تو ہم نے زیدیہ اور بادویہ کو حسب زیادہ متعصب پایا ہے کیونکہ یہ لوگ جب کسی سے مصلحتیں لئتے کہ اُس نے اجتہاد کا دروازہ اپنے ہے اور وہ اپنے دین کو بلا واسطہ کتاب اقتداء کردا ہے تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کرتا ہے تو اس طرح ہاتھ دھونکا کر اس کے پیچے ٹر جاتے ہیں مگر اس نے سلوک اسلام کی آنکھیں روچی ہیں اس پر اس تقدیر ملائیں تو تائیخ محدثین حامت اور قیس تکمیر

بکثیر پرہنساتے ہیں کہ اس قدر وہ کفار بھی نہیں برستے اسے اپنے علاقے پسند نہ کال دیتے ہیں اسے بھرمارتے ہیں اور اس کی بہت عزت تک سے باز نہیں آتے یقیناً آپ جانتے ہیں کہ اگر ان کو خلافت کی ہمیت نے فروک ڈکھا ہو تو یہ لوگ ان علماء کو قتل کرنے سے بھی گریز نہ کریں جو اپنے آپ کا کتاب سفت سے مسوب کرتے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سلوک کرتے جو وہ کفلد کے ساتھ بھی نہیں کرتے ہم نے اس کا کافی مشاہدہ کیا ہے بگری مقام اس کی بسط و تفصیل کا متحمل نہیں۔

میں میں اس تعصی کا سبب، اس تقید کا سبب یہ ہے ملکار

عقلاءں کی ایک جماعت جو دین کے عوض جو شہر دنیا کی طالب رہتی ہے عام ماذاریں لوگوں اور شکر و میں کو جو دین کی زیاد و سوچ بوجوہ نہیں رکھتے یہ باور سمجھا جائے میں کہ ایسا کتاب ہو گئی ہے کہ ان ثابت شوؤں کیل میں جوں میں وہ تقید کرتے ہیں مخالفت کرنے والی وہ حقیقت امیر المؤمنین حضرت علی کریم اللہ وجہہ سے سخرف ہیں وہ حضرت علی سے بغرض رکھتے ہیں ان کی فضیلت کو تسلیم نہیں کرتے اور آحمد اڑل سیست داد ایتھی کی اولاد سے خادر رکھتے ہیں جب ایک عالمی یہ بلت سنتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان علماء مقلاءں کے ظاہری بیان شان ^و شوکت ان شاگردوں کے جگہ میں ان کی قضا اور فتوؤں کی وجہ سے ان کے ذمیں نہیں یہ بات سمجھا جو فی الحقیقی چیز کریم ملائے کرام پڑے ماہرا در بڑے غافل میں تو اسے کوئی شک نہیں رہتا کہ یہ بات صحیح ہے اور قرآن دستست سے برداشت دین اخذ کرنے والا قائم لعلیت کا دشمن ہے اس کے دل میں ہمیت معاشریت کا اخذ ہے بسیار سخت ہے یہ گیت دینی دلکشی سے ختم ہوتی ہے اس کے دلکشی و اجنبی وجہ کو ہم سایقہ سلوکیں ذکر کرچکے ہیں الی کی بد عزمیت کی ترویج بحالات کو پھیلاتے اور اپنے سے زیادہ بجا مولیں بی اقصار کی خاطران مقدر علمائے

ڈالا ہے۔ یہ شیطانی نکتہ ان عمارتیں عوام کے ذریں میں ڈالا ہے۔ کیونکہ یہ علماء
ہمانتے ہیں کہ ان عوام کی جیلت میں شماحت اس قدر ہے تکمیل سمجھی یا
ہے۔ حتیٰ کہ ان عوام میں سے جب کوئی مجرم دہم کی وجہ سے جس کی کوئی حقیقت
نہیں۔ حضرت علیؓ کی تفہیص سُستا ہے تو اسے اتنی خیرت اور اس قدر و فضیل
آتمہ کے لئے اس کا عشرہ عشرہ بھی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی تفہیص سُکر زہین آتا۔

ان شیطانی ہٹھکٹوں کی بنابر پر علمائے اجتہاد بلاذیں میں مشدید ہیں
وابلازیں مبتلا رہو گئے۔ یہ جرم ان علمائے مقلدین کا ہے کیونکہ یہاری کی
اصل جرم اور زہر قابلِ ذہبی ہیں۔ اور اگر عوام حق و شور سے بہرہ و رسول تو
اُن کے متعلق ان شیطانی طبعیں کی تبلیس کا خوف نہیں رہتا کیونکہ جو کوئی اپنی
جادا رات و معاشرات میں کتاب و سُنت کی نصوص سے تسلیم کرتا ہے
اُن کے متعلق صاحبِ حق کی سوچ بھی نہیں کہا کیونکہ عوام تھے حضرت
علیؓ رضی اللہ عنہ کی ہوالات سے انحرافِ اللہ عنہ آتمہ کے کتاب و سُنت کی
نصوص کی وجہ سے حضرت علیؓ کی خلاف دل میں بخض کیسے رکتا ہے جبکہ
عوام میں جب فقاران علم اور فقدر ان عقلي دلوں اکھڑا ہو جائیں۔ عالمین بلوپر
دینی مقالات میں بورشیا طبعیں کی تبلیس کی موجودگی میں۔ تو پھر انہیں دل آتا
ایک راجحیں پڑھ لینا چاہیے۔ ان عوام کو کیا ہو گیا ہے کہ فضل ان مدار
پر لامعیاً اور حکم کی وجہ سے ان کے دل یا ہا ہو گئے۔ سیکھیا ان لذتیں جن
میں اتنی بُرا ہیں جن کا کوئی شمل نہیں۔ پھر دل میں عوام کے مخلوقیں یہ
بجزی خاتمی رہی کروہ علمائی کی اس قدر تغییر کر لے تھیں جیسا کہ باہر ہے بلا
اعقولات یوں بھی پہنچا تھا کہ عوام تحریک کرنے والے کے ہاتھ میں پھنسنے کے
لئے کیوں نہیں کرتے تھے اس پسندیدہ ان سے ٹکردا راستہ کھو دیں۔ قیدیم کی قدر تھا کہ
علماء منہجیوں میں بیرون پر المحدثین نے لئے کوئی تحریک نہیں۔ وہ مپر امور و نہجیں میں اس کی الگی تھی۔

کرتے تھے۔ بلاشبہ عالم کو ان شیطانی گمراہیوں اور جاہلی اخلاق پر ان مقلدین عملانے ابھارا ہے۔ اس کے تھے وہ ذرائع استعمال تھیں، جس کا ذکر ہم نے گوشتہ صفحاتہ میں کیا ہے۔

غدوں کیجیے یہ افعال حبلاً دیکن کے مقلدین بھے صاحب ریور ہے ہو ہر بڑے ہیں کیا ان لوگوں کے افعال ہو سکتے ہیں جنہیں اس حقیقت کا اعتراف ہے کا جہنم کو اور وانہ قیامت تک کئے گھلائے۔ اور اس شخص کے لئے تقیدِ جائز نہیں چور تبرہ اجتہاد گھوپھچا ہوا ہے۔ اور یہ کہ کسی حالم کے لئے جائز ہے کہ اپنے اندر اجتہاد کی شرائط پوری کرنے کے بعد اپنے اجتہاد پر عمل کر نے خواہ کسی ایک ہی فتن یا کسی ایک ہی مسئلہ میں کیوں نہ ہو جیسا کہ امام کی فقہ کے اصحابِ تصانیف نے اپنی اصول و فروع کی کتابوں میں تحریک کیا ہے؟

لطفہ درمیں صدی میں جب علام محمد بن سعیل الاصحی صاحبی نے تقدیم کالہ طبلہ توبین کے مخلص مقلدین پاکھڑ دھوکہ لانے کی تھی پڑ گئے، انہیں بھی اپنے ہی تم طبلوں سے تھوڑی طبلہ و محن کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے قتل کے منصوبے تیار کئے گئے اپنے قید و بندش کے خسارے سے گورنٹھا، انہیں پہنچنے سنوا میں جمعہ کے خپٹے ہے الگ کر دیا گیا۔ لوگوں نے ۲۰ بڑے صیفیت اور مارل بیت سے عداوت و کفے کا گناہ نما الزام لگایا اس کا تصریر صرف یہ تھا کہ غزوہ کا اہم ترین کتب حدیث سے استدلال کرتے تھے تقدیم کو چھوڑ کر قرآن و حدیث کی راہ پر گامز نہ ٹھنڈے غاز میں پاکھڑا پاہنچتے تھے جو تقدیم کرتے تھے۔ حالانکہ تمام ایں میں، امام زیدہ ان علیؑ کے پڑھتے اور امام زیدہ ان کا بھی پہنچتے تھے اور انہیں یعنی کرتے تھے۔ بعد اس زیدہ تمام امام زیدہ کتب حدیث پڑھتے چلے آئے ہیں یہ مقلد مذاہوم کو چھوڑ کر دیتے ہیں کہ ان کے تھوڑے نہیں کی خلافت دین کی خلافت ہے کہاں کب نئے جس کوئی صاحبِ اجتہاد اس کے نو بڑے سروں اور حرم اور حضرت اپنے تو اپنے وین سے خارج قریب دے دیتے ہیں لیکن مخدود این حرم کی تھیں۔ مخدود قیم شوکانی اور اجتہاد کے دیگر علمزبر والوں کو بھی اپنے ایئن حصہ صور میں اپنی قسم کئے لوگوں کے ہاتھوں تکالیف اٹھانا پڑیں۔

ہرگز نہیں خدا کی قسم یہ تو ان لوگوں سمجھے میتھکنڈرے میں جو کتاب اللہ اور
مُسْنَتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عداؤت رکھتے ہیں۔ کتاب و سنت
کے طالبین اور ان میں رغبت رکھنے والوں کے خلاف بعض بعضاً رکھتے ہیں، اجتہاد
سے روکتے ہیں اور تلقید کو واجب قرار دیتے ہیں اور مشعر حیثیت اور طالبین
شریعت کے درمیان حاصل ہوتے ہیں اور ان کو نیہ باور رکھانے کی کوشش
کرتے ہیں کہ ان کے لئے شریعت کا فہم و ادراک محال ہے۔ جیسا کہ تم
ذرا بہت سے مقلدین کا ذیریسا ہے۔ بلکہ یہ حضرات غلو اور تعصیب میں ان سے
بھی بڑھ گئے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ آئندہ کرام نے اپنی اصول و فروع کی کتابوں
میں علوم اچھا وادی کی تصریح کی ہے۔ یہ علوم پانچ ہیں اور ہر فن کے تجدید
کے لئے ان کا مختصر سارا حصہ بھی کافی ہے۔ یہ مقلدین جانتے ہیں کہ کتاب و سنت
کا علم رکھنے والے ان کے باقاعدہ معرفت رکھتے ہیں اس کے علاوہ ویگیر علوم میں بھی مہارت
رکھتے ہیں۔ باور یہ عوام الگچہ خود جاہل ہیں اور معارف کو نہیں جانتے بلکہ یہ
علماء کو قدر و قیمت کے متعلق اپنے علم سے پوچھ ملکتے ہیں اور اس بات میں
ابن علم سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

تلقیید اور راستے کی مذمت میں صحابہ و ماتعین کے اولیٰ اس سے

آپ کو معلوم ہو گیا ہو جا کہ ان عوام کو اس پیزیر بمحض تعصیب نے آلموہ کیا ہو
جودہ ان ملکھا اس کے بارے میں رکھتے ہیں جن کی دو تلقید کرتے ہیں۔ ان کی
تفہیم میں حد سے بڑھ جاتے ہیں اور ان کی آزادی کی حد سے زیادہ اعلیٰ عیش
کرتے ہیں اتنی ای عیش وہ صحابہ کرام بلکہ کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی سنت کی بھی نہیں کرتے۔

ام یہ حقیقی اور علامہ ابن عبد البر حضرت خدیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں اُن سے قرآن مجید کی آیت اَتَخْدِدُ فَاَجَارَ هُمُورٍ وَرَهَبَانَهُمْ اَرَبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کے متعلق سوال کیا گیا۔ کہ کیا وہ اپنے عالموں اور درویشوں کی عبادت کرتے تھے جسرا خدیفہ نے اس کے جواب میں فرمایا۔

"نہیں وہ ان کو پوچھتے تو نہیں تھے بلکہ وہ حرام چیز کو ان کیلئے حلال قرار دے دیتے وہ اس کو حلال سمجھ لیتے تھے اور جسیں حلال چیز کو ان پر حرام ٹھہر دیتے تھے یہ اُس کو حرام سمجھ لیتے تھے اور اس طرح گویا وہ رب بنے گئے تھے۔" بیہقیؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ابن حاتم کی صندسے مرفوعاً بھی روایت کی گئی ہے۔

علامہ ابن عبد البرؓ نے اسی قسم کی تفسیر قصص صندسے بعض صحابہ سے روایت کی ہے کہ اگر وہ علماء و درویش فوگوں کو اپنی عبادت کا حکم دیتے تو دوہم ٹھہر گزنا ہانتے۔ مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال چیزوں کو حرام قرار دے دیا اور لوگوں نے اسے حرام سمجھ دیا اور انہوں نے حرام چیزوں کو حلال بنا دیا۔ اور لوگوں نے اسے حلال مان لیا۔ یہی تور بوبت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
وَكَذَإِلَكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ إِنْ وَهُوَ أَسَى طَرْحَنَمْ نَكِيرٌ بَيْهِيْنَ كَوَنَ
قَرِيْيَةٍ مِنْ نَهْدِيْرِيَا لَأَقَالَ مُتْرُفُوهَا، وَلَكِنْ وَالْفَهِيْنَ بَيْجِيَا بَلْكِيرَ کَرَ اسْسَ کَ
إِنَا وَجَدْنَا إِبَاعَنَا عَلَى أَعْلَمِ قَرَاتَ، خُوشِجَانَ لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے آبَا
عَلَى اثَارِ هِمَهْ مُفْتَدُونَ قَالَ أَوْلَوْ، وَاجْهَادُوكَمِنْ طَرِيقَ پَرَ پَا بَهْ اورِمِ اُنْہِي کَی
حُشْتَكُمْ بَاهْدِيِّ مِعَمَا وَجَدَ تَهْ، پیروی کر رہے ہیں۔ ان کے بغیر نے کہا
عَلَيْكُمْ إِنَّمَا إِنْكُفَرُ، "کیا تم پھر بھی اپنے آباؤ اعداؤ کی پیروی
کرتے رہو گے۔" اگرچہ

اس سے زیادہ اچھی راہ نہیں کریں والا طرق یہ ہی

کیوں نہ تمہارے پاس لے آؤ؟ (الزخرف - ۲۳، ۲۴)

مگر انہوں نے اپنے آباد و اجادا کی تقلید کو ترجیح دی اور کہنے لگے
انابِمَا أَرْسَلْتُهُمْ بِهِ كَافُرُونَ جس دین کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے
ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔ (الزخرف - ۲۴)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

إِذْ تَبَرَّأَ إِلَيْنَا الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنْ
الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَا عَوْلَى اللَّعْدَ أَبَ
وَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ وَقَالَ
الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْلَا أَنَّ لَنَا كَثِيرَةً
فَنَتَبَرَّأُ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّوْا
مِنَ الْكَذَّالِكَ يُرِيهِمُ حَالَهُ أَعْمَامًا
لَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمُ وَمَا هُمْ
بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ

(البقرة - ۱۶۷-۱۶۸)

جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی ہے
پیروی کرنے والوں سے صاف الگ
ہو جائیں گے اور سب عذاب کامشاہدہ
کر لیں گے اور ان کے تمام تعلقات
منقطع ہو جائیں گے اور پیروی کرنے والے
کہیں گے۔ اگر ہمیں ایک بار دنیا میں لوٹا دیا
جائے تو ہم ان سے صاف الگ ہو جائیں
گے جیسے وہ تم سے الگ ہوئے ہیں اسی
طرح اللہ تعالیٰ ان کے اعمال ان کو
حسیریں بندا کر کرنا اور الگ سے ہرگز
نہیں نکلیں گے۔

قرآن مجید میں ایک اور جگہ آتا ہے۔

مَا هَذَا السَّمَاشِيلُ الْتَّحِيَ اَتَشَدَّدَ
لَهَا عَلَى كَفُونَ قَالُوا وَجَدْنَا اِلَّا مَعَنَا
وَمَكْبُشِيكَهُ كَمْنَمَ نے اپنے آباد اجادا
لَهَا خَاصِيدِينَ۔ (الاغنیاء - ۵۵، ۵۶) کو ان کی عحدات کرتے پایا ہے۔

ایک اور مقام پر قرآن مجید رشکیں کا قول نقل فرماتا ہے۔
لَيَا الْطَعْنَلَسَادَتَنَا وَحَسَكُوكُونَ نَا ہم نے اپنے سرواروں اور اپنے بڑوں

فَاصْلُونَا السَّبِيلَ
 کی اطاعت کی اور انہوں نے ہمیں
 راہ راست پر سے بھٹکا دیا۔
 (الاحزاب۔ ۶۸)

یہ تمام آئیں اور اسی مفہوم کی دیگر آئیں مقلدین کی بے عقلی اور ان کی
 حالت زار کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ ان آیات کا شان نزول اگرچہ کفار اور
 مشرکین کے بارے میں ہے تاہم اتحاد علت کی بناء پر مقلدین پر اس کا اطلاق
 بھی صحیح ہے۔ اصول میں چیز ثابت ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے خصوص
 سبب کا نہیں۔ اور عدم وجود کے اعتبار سے حکم علت کے ساتھ رہتا ہے۔
 اول علم نے ابطال تقیید کے بارے میں ایسی آیات کریمہ سے اتدلال
 کیا ہے۔ کفار کے بارے میں ان کے شان نزول نے ان کو تقیید پر آن کے
 اخلاق سے روکا نہیں، چنانچہ متصل سند سے ملامہ ابن الہ حضرت معاذ بن
 جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔

”تمہارے پیچے پیچے آذناشون کی بھرمار ہے جن میں مال بہست زیادہ
 ہو گا۔ قرآن بہت کثرت سے پڑھا جائے گا جتنی کہ مومن اور منافق، عورت
 اور نیکے، سیاہ اور سُرخ سب قرآن پڑھیں گے، اور قریب ہے کہ تم میں سے
 کوئی نہ کہ میں نے تو قرآن بہت پڑھا ہے۔ مگر میرا خیال ہے لوگ اسوقت
 تک میری پیروی نہیں کریں گے جب تک کہ میں ان کے لئے قرآن کے
 علاوہ کوئی اور چیز ایجاد نہ کروں۔ ایسے شخص کی بدعتات سے بچتے رہتا کیونکہ
 ہر بدعت گرا ہی ہے۔“
 ملامہ ابن عبد البر روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ
 عنہ نے فرمایا۔

”عالم کی لغزشوں کی ابعاد پر بلاکت ہے۔ ان سے پوچھا گیا۔ یہ کیونکر؟
 انہوں نے فرمایا۔ مالم اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے۔ بچروہ کسی ایسے شخص کو
 پتا ہے جو اس سے زیادہ سنت کا علم رکھتا ہے۔ مگر یہ اس کا قول چھوڑ کر

اپنی راستے کی اتباع کرتا ہے۔

علامہ ابن عبد البر روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا
کے کمیل! دل برتاؤں کی مانند ہوتے ہیں ان میں سے سب سے اچھادہ ہے۔ جو
بخلانی کو سب سے زیادہ محفوظ کرتا ہے۔ لوگوں کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔

عالم رباني طالب علم جو بخات کے لئے علم حاصل کرتا ہے اور بے وقوف اور
ناکارہ لوگ جو ہر آزاد کی پیروی کرتے ہیں جو علم سے روشنی حاصل نہیں
کرتے اور جو کسی قابل اعتماد دلیل کا سہارا نہیں لیتے۔

علامہ ابن عبد البر حضرت علی ہو سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا
”رجال کی آزار کو سنت نہ لے سے بچو۔ یعنی نکہ انسان کا حال تو چہے کہ وہ اپنی حیثیت
کے عمل کرتے کرتے اہل جہنم کے عمل کرنے لگ جاتا ہے۔ اس لئے جب وہ مترا
ہے تو اس کا شمار اہل جہنم میں ہوتا ہے۔“

علامہ ابن عبد البر روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہ نے فرمایا، ”تم میں سے کوئی شخص اپنے دین کے بارے میں کسی کی تقیید نہ
کرے کہ اگر وہ ایمان لایا ہے تو یہ بھی ایمان لے آئے اور اگر اس نے کفر کیا ہے
تو یہ بھی کفر کا اذکاب کرے۔ یعنی نکہ شر میں کوئی نمونہ نہیں۔“

علامہ ابن عبد البر حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے
روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”سیری امت ستر سے کچھ زیادہ فرقوں میں بٹ جائے گی لیکن ہیں سے
فتنہ کے اعتبار سے بدترین لوگ وہ ہیں جو دین میں اپنی رلیتے سے یقاس
آرائی کرتے ہیں اور اس چیز کو حرام قرار دیتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال
مُھہر لایا ہے اور اسے حلال بنادیتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔“

امن حدیث کو امام بیحقی نے بھی روایت کیا ہے علامہ ابن القیمؒ اس حدیث
کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ جو رسول بن عثمان کے سوا اس کی اسناد کئی نام نہیں

شقہ میں جریر بن عثمان اگرچہ حضرت علیؓ سے منحصر تھا۔ مگر اس کے باوجود امام بنخاری نے اپنی صحیح میں اس سے استناد کیا ہے اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ اس نے اپنی طرف مذکوب اس اخراج سے برآٹ کا انہمار کیا ہے۔

علامہ ابن البرؓ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”میری امت کوچھ عرضہ تک قرآن پر عمل کرے گی۔ کچھ عرضہ تک سنت پر عمل کرے گی۔ پھر وہ اپنی رائے پر عمل کرے گی۔ اور جب وہ اپنی رائے پر عمل کرنے شروع کر دے گی تو وہ مگر اہ ہو جائے گی۔“ اسی حدیث کو ابن عبد البرؓ نے ایک اور سند سے بھی روایت کیا ہے مگر اس سند میں جبارہ بن مفلس ہے جس پر آنکھ حدیث نے کلام کیا ہے۔

علیہما السلام ابن عبد البرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے ہر منشور فرمایا۔ ”اسے لوگو!“

”صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے بینی طور پر صواب پر بنی ہوتی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کی رائے کی فرماتا تھا۔ بھاری رائے تو محض خلن اور تخلف ہے۔“ امام یقینی ”المدخل“ میں اور ان کے علاوہ ابن عبد البر اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ”اہل رائے سنن کے دشمن ہیں وہ احادیث کو جمع نہ کر سکے اور احادیث ان سے روایت نہ ہو سکیں۔“ اس لیے رائے سے بچتے رہو۔

ابن عبد البرؓ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

”اپنے دین میں رائے سے بچو۔“ اہل رائے سنن کے دشمن ہیں وہ احادیث کو جمع نہ ہو سکیں۔ اُن بعد اہل حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ ”اصلیب رائے سنن کے دشمن ہیں وہ احادیث کو جمع نہ رکھ سکے اور احادیث اُن سے جمع نہ ہو سکیں۔ اُن سے کوئی سلسلہ پچا جاتا ہے تو ہم نہیں جانتے۔“ بچتے سے شر راتے ہیں اس

لئے انہوں نے اپنی رائے سے سُنن کی مخالفت کی۔ تم آن سے بچتے رہو۔ علامہ ابن عبد البر روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا۔ ہر آنے والا سال گزشتہ سال پر تہمہ تو ماہے ہیں یہ نہیں کہتا کہ کوئی سال کسی سے ابتر کوئی سال کسی سے زیادہ شفا باری والا ہوتا ہے یا ایک ایمروڈ کے ایسے بہتر ہے۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ تمہارے اچھے لوگ اور تمہارے علمائے علیٰ پہلے جاتے ہیں اور ملن کی بجائے ایسے لوگ لے لیتے ہیں جو تمام سال کا حل کا حل انہی رائے سے تلاش کرتے ہیں جس کی وجہ سے واسطام کو منہدم کرتے ہیں۔ اور اس طرح اسلام کو نقصان پہنچا ہے۔

اس کو امام بیہقی نے بھی اپنی سند سے روایت کیا ہے جس کے تابع راوی ثقة ہیں۔ علامہ ابن ابتر روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا۔ ”یعنی کامیغار تو صرف کتاب اللہ منتسب رسول و صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد جو رائے سے کام لیتا ہے میں نہیں جانتا کہ اس کا شمار یعنی میں کیا پڑھی میں۔“ ابن عبدالبتر حضرت عبداللہ بن عباس ہی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم فرمایا۔ عودہ نے فرمایا۔“ حضرت ابو جعفر اور حضرت عمر نے مُتقہ نے منع فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا۔

”میرا خیال ہے یہ سب لوگ ہلاک ہوں گے یہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تو کہتا ہے کہ ابو بکرؓ نے کہا اور عمرؓ نے کہا۔“ ابن عبدالبتر روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ”کون ہے جو میرے پاس معاویہؓ کی طرف سے ہزار بیش کر سکے میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہو۔ اور میرے سامنے پہنچا۔“ بیان کرتا ہے۔

اسی قسم کی ایک روایت حضرت عبادہ بن حمام رضی اللہ عنہ سے

بھی مروی ہے۔ علامہ ابن عبد البر روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔
”مفت وہ ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسنون کیا ہو۔ رائے
کی طلبی کو امت کے لئے سنت نہ بنا دو۔“

علامہ ابن البر روایت کرتے ہیں کہ حضرت عورہ بن نعیمؓ نے فرمایا۔ ”بنی
اسرائیل کا معاشر درست رہا حتیٰ کہ دوسرا قوموں سے حاصل کی یعنی لوگوں
کی اولاد نے اپنی رائے سے کام لینا شروع کر دیا۔ اور ان لوگوں نے بنی اسرائیل
کو گواہ کر دیا۔“

ابن عبد البر روایت کرتے ہیں کہ حضرت شعبیؓ نے فرمایا۔ قیاس سے بچو،
اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری کی جعلی ہے۔ اگر تم دین میں قیاس
بچو کام کو گئے تو حرام کو حلال اور حلال کو حرام پھر لو گے۔ تم لوگوں کو اگر وہ
چیز بخوبی جسے صحابہ کرام نے محفوظ کیا ہے (یعنی سنت رسولؐ) تو تم بھی اسے
محفوظ کرو۔

ابن عبد البر نے رائے کی مذمت اور اس سے نفرت و برانت کے باہر
میں حضرت مسروقؓ، حضرت حسن ابصريؓ، حضرت محمد بن سیرینؓ، قاضی شریحؓ
ابن شہاب زہریؓ، عبد اللہ بن مبارک اور سفیانؓ کے اقوال بھی نقل کئے ہیں
جو مندرجہ بالا اقوال سے ملتے جلتے ہیں۔

طبریؓ ہبھی اکتاب تہذیب الآثار میں اپنی سند کے حوالے سے روایت کرتے
ہیں کہ امام مالکؓ نے فرمایا۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دین کے تشریفی لے گئے تو اس وقت تک
دین مکمل ہو چکا ہے۔ اب مناسب یہ ہے کہ آپ کی احادیث اور کتابوں کو تلاش کیا
جائے اگر نہ رائے کی پیروی کی جائے گی تو کوئی شخص آئے گا جس کی رائے تیری
رائے سے زیادہ قوی ہو گی تو اس رائے کی پیروی کرے گا پھر کوئی اور آئے
گا جس کی رائے اس رائے سے زیادہ قوی ہو گی۔ پھر تجھے اس رائے کی ایسا

کرنی پڑے گی۔ اور میرا اخیال ہے یہ سلسلہ کم جھی ختم نہیں ہو گا۔“
ابن عبد البر روایت کرتے ہیں کہ مالک بن دینار نے قنادہ سے فرمایا۔“ کیا
تجھے معلوم ہے کہ تجھے کون سے علم سے باز رہنا چاہئے تو اللہ اور رأس کے بندوں
کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ درست نہیں ہے۔ اور یہ
درست ہے۔“

ابن عبد البر روایت کرتے ہیں کہ امام اوزاعی نے فرمایا۔“ آثار سلف کی
اتباع کرتا رہ خواہ لوگ تجھے سے دور ہو جائیں۔ رجال کی آراء سے بچتا رہ خواہ وہ
کتنے ہی خوبصورت طریقے سے تیرے سامنے بات پیش کریں۔“

ابن عبد البر روایت کرتے ہیں کہ امام مالک نے فرمایا۔“
”جس بات کا تجھے علم ہے وہ بات کہہ اور اسی کی طرف راہ نمائی کر۔ اور جس چیز
کا تجھے علم نہیں اس کے بارے میں خاموش رہ اور لوگوں کی بُری یاتشوں کی
تقلید کرنے سے بچ۔“

تعبدی روایت کرتے ہیں کہ وہ امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوتے تو
امام مالک رورچے تجھے تعبدی نے

عرض کی۔“ آپ روکیوں رہے ہیں؟“
امام مالک نے فرمایا۔“ اے تعجب کے میئے! میں نے جو بغیر سوچے سمجھے
آراء کا انٹھا کیا ہے اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ بکاش بھی
ہر اس رائے کے بد لے جس کا میں نے اس دین کے بارے میں انٹھا کیا ہے
ایک کوڑا پڑا تاگر میں نے اس رائے کا انٹھا رنگ کیا ہوتا۔ اُن مسائل کے بارے
میں میرے تھے سلف کے احوال ہی میں کافی وسعت تھی۔“

سخنون سے مردی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ میں نہیں جانتا کہ یہ رائے
کیا ہے جس کی بناء پر خون بہائے جلتے ہیں۔ شرمنگاہیں صلال کی جاتی ہیں۔ اور
حقوق جلتے جاتے ہیں۔“

ایوب سختیانی سے مروی ہے کہ ان سے کہا گیا ہے۔

"کیا بات ہے کہ آپ راستے میں غور و غلط نہیں کرتے؟" ایوب نے فرمایا۔
گدھے سے پوچھا گیا۔ "کیا بات ہے کہ توجہ گالی نہیں کرتا؟ گدھے نے جواب دیا۔ میں باطل کو چیز نے اور اس کی جگالی کرنے کو پسند نہیں کرتا"

شعبی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ مسجد کے یہ لوگ مجھے سخت ناپسند ہیں حتیٰ کہ مجھے اپنے گھر کے کوٹے کرکٹ سے بھی زیادہ ناپسند ہیں جب شعبی سے پوچھا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں تو انہوں نے جواب دیا۔

"یہ اصحابِ راستے" اور اس وقت مسجد میں حجوم "خاد" اور اُن کے اصحاب موجود تھے۔ ان وہب ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے امام مالک کو یہ فرماتے سن لئے۔ علماء کا یہ طریقہ نہیں ہے نسلف کا یہ طریقہ ہے اور نہ ان مقتدا اہل علم کا یہ طریقہ جن کو میں نے پایا ہے کہ وہ کسی چیز کے بارے میں اس طرح رائے نہیں کریں کہ "یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے" توہ ایسا کہنے کی حراثت کرتے تھے البتہ وہ یوں کہا کرتے تھے "ہمیں یہ پسند نہیں"۔ ہمارا خیال ہے یہ ابھی بات ہے۔ یہ مناسب ہے۔ "ہمارا خیال ہے یہ مناسب نہیں"۔ امام مالک کے بعض اصحاب نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے۔

"وَهُوَ نَهْيٌ كَمَا كَرَتَ تَحْكِيمَ حَرَامٍ هُوَ اُولَئِكَ الَّذِينَ تَعَالَى كَاهِي إِرْشَادُهُمْ سُنَّا قُلْ أَرَأَيْتَ لَمَّا آتَنَا اللَّهُ تَعَالَى مِنْ زَرْقٍ فَجَعَلْتُ سُعْدَ مُنْهَى حَلَالًا لَّا وَحْدَ حَرَامًا قُلْ أَلَمْ يَأْذِنَ اللَّهُ أَدْنَى لِكُلِّ أَمْرٍ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى دُورٌ وَلَا حَلَالٌ وَهُوَ جَسِيْرُ الْأَللَّهُ اُولَئِكَ الَّذِينَ كَرَّمْنَا بِرَحْمَةِ رَسُولِنَا الَّلَّهُ اُولَئِكَ الَّذِينَ كَرَّمْنَا بِرَحْمَةِ رَسُولِنَا"۔

علامہ ابن عثمد البر وايت کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے اسے میں۔ "امام اوزاعی کی راستے امام مالک کی راستے اور امام ابو عینیہ کی راستے نام اور آراء ہیں۔ میرے نزدیک سب برابر ہیں اور محنت صرف حدیث رسول میں ہے۔"

ابن عبد البر سہل بن عبد اللہ تسریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ جو کوئی علم میں نئی چیز شامی کرتی ہے تو قیامت کے روز آس سے پوچھا جائے گا۔ اگر وہ سنت کے موافق ہے تو ٹھیک ہے ورنہ بلاک ہو گا۔
 امام شافعی مشہور صحیح حدیث، خیل الحدیث کتاب اللہ و خیر المدى
 ہدی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریعاً لامور محدثاً تهادى کُلَّ
 بَدْعَةٍ ضَلَالَةٍ كچھ من پیغمبرت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
 بدعتات کی دو اقسام ہیں۔

اول: ایک بدعت وہ ہے جو کہ اللہ سنت رسول اور اجماع امت کے خلاف ہے اور یہ بدعت گمراہی ہے۔
 ثانی: دوسرا بدعت وہ ہے جو بخلافی میں شمار ہوتی ہے جو امت میں سے کسی کے خلاف نہیں یہ بدعت مذہب نہیں۔
 حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رمضان میں نمازِ تراویح کی جماعت کے بارے میں فرمایا تھا۔ فَعَمِلتُ الْبَدْعَةَ هَذِهَ (یعنی اپنی بدعت ہے) امام یہقیؒ "المدخل" میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن سعود فرمایا کہ تھے سنت کی اتباع کرو نئی نئی بدعتات ایجاد نہ کرو۔ تمہارے نے سنت پر عمل کافی ہے۔

یہقیؒ روایت کرتے ہیں کہ عبادہ بن صامتؓ نے فرمایا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے آپ نے فرمایا۔ یہ سے بعد کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو ان چیزوں کو معروف قرار دیں گے جن کو تم منکر کرئے ہو اور ان چیزوں کو منکر قرار دیں گے جن کو تم معروف گردانتے ہو۔ یاد رکھو جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔ اس کی کوئی اطاعت نہیں اور اپنی راستے کو میعادِ عمل نہ بناو۔
 یہقیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

اپنے دین کے بارے میں راتے سے پچھو۔ یہ تھی نقہ راویوں کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

”اے گوڑے دین کے بارے میں اپنی راتے کو متھم سمجھو یہ تھی روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا۔ اگر دین میں راتے کا کچھ دخل ہوتا تو موزوں کے اور والی سطح کی تبتدی نیچے والی سطح پر صلح کرنا بہتر تھا لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ وہ موزوں کی اور والی سطح پر صلح کیا کرتے تھے۔“

مندرجہ بالا حدیث بہت مشہور ہے جسے امام یہ تھی کے علاوہ دیگر محمدین نے بھی روایت کیا ہے۔ امام یہ تھی نے حضرت عبد اللہ بن عمار، محمد بن سیرین، حسن بصری، ابن عوف اور اعی شفیان ثوری، شافعی، عبد اللہ بن مبارک، عبد العزیز بن سلمہ، ابو حیفہ سیحی بن آدم اور مجاهد جیسے حلیل القدر علماء کے اقوال نقل کئے ہیں۔ جن سے ابتداءً آثار دادا حدیث کی تلقین اور ابتداءً راتے سے گز منقطع ہوتے ہیں کہ ابو داؤد، ابن ماجہ اور حاکم حضرت عبد اللہ بن عمر و بن العاص کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”حکم کی تین قسمیں ہیں۔ ان کے علاوہ باقی تمام اقسام غیر ضروری ہیں۔“

کرم حکم یہ تھی غیر مسوخ آئیت انتہ شابست اور فرقیۃ عادلۃ۔

اس حدیث کی سند میں عبد الرحمن بن زیاد افرغ تھی اور عبد الرحمن بن زیاد میں بھی پورے محمدین نے کلام کیا ہے۔ علامہ ابن حجر البر کہتے ہیں کہ اس حدیث کا مقدمہ سے مراد سنت شابت ہے جو حقاً مسلمانوں کی نسباً بہتر ہے کہ لے محفوظ اور سہول بہتر اور الفرقیۃ العادلۃ“ سے مراد ہے۔ فرقیۃ بھی جو بہتر اور داس کی مدد ہے۔ صواب بہتر نے کے اعتبار سے قرآن کے مساوی ہے۔

”اعلیٰ فرقیۃ مادر سے احکام و راست کے بارے میں ہر وہ حکم ہے جس کے ذریعے“

سنت کی نورانیت کو مدل و انصاف بے قسم کی جاتا ہے۔

رائے علم نہیں دینی مسند فردوس میں، طبرانی اور سطح میں نیز ابو عیم، حبب و ارقاظی اور ابن عبد البر روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں۔

علم کی تین اقسام ہیں۔ کتاب ناطق یعنی کتاب اللہ، سنت سلف اور "میں نہیں جانتا"۔ اس کی اسناد ہیں۔

ابن عبد البر حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمام امور تین اقسام میں منقسم ہو جاتے ہیں۔

اول: وہ امر جس میں رشد و پدایت و اضطراب ہے اس کی پیر وی کر۔

ثانی: وہ امر جس میں گمراہی اور کجھی صاف نظر آتی ہے اس سے اجتناب کر تاگٹ: وہ امر جس میں اختلاف ہے۔ اسے اہل علم کے حولے کر دے۔ حاصل بحث یہ ہے کہ رائے علم کے زمرے میں نہیں آتی۔ اس بارے میں صحابہ تابعین میں کوئی اختلاف نہیں۔ علامہ ابن عبد البر کہتے ہیں کہ میری معلومات کے مطابق اس امت کے علمائے متقدمین میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ رائے حقیقت میں علم کے زمرے میں نہیں آتی۔ علم کے اصول تو بس کتاب پر مشتملت ہیں۔

علامہ ابن عبد البر کہتے ہیں کہ اس معنی میں علماء متكلمین کے نزدیک علم وہ

ہے جس کا آپ کو قیین ہوا اور جو آپ پر صاف و واضح ہو جسے کسی چیز کا قیین ہے۔ وہ چیز اس کو واضح ہے تو اسے اس چیز کا علم ہے۔ لہذا اس اعتبار سے جو کسی چیز کا قیین نہیں۔ وروہ تقید کے لئے اس کے متعلق بات کرنا ہے تو اسے درحقیقتِ الٰہ

علامہ ابن عبد البر کے نزدیک بلع تصیلدہ ہیں علماء کی آنکھ

جماعت کے نزدیک اتباع متكلمین ہیں۔ سیونکہ اتباع کا معنی یہ ہے کہ آپ کو اسی کی اُس مشکل میں پیروی کرنی جس کی صحت اور فضیلت دلیل ہے آپ پر واضح ہے۔ اور تقید یہ ہے کہ آپ اس مشکل میں کسی کی پیروی کرنی جس کے معنی اور

یعنی کہ آپ کو معرفت حاصل نہیں اور اس کے علاوہ کہ سی اور کی پیروی سے
نہ کھا کر دیں۔ اگر آپ کو اس کی حقاً اور فساوی قول معلوم ہے اور آپ اس کے
حاتمہ اختلاف کے خوف سے اس کی پیروی کرتے ہیں تو اس قسم کی ابتداء

اللہ تعالیٰ کے دین میں حرام ہے۔

سلف کا اجماع ہے کہ رائے علم کے ذمہ میں شمار نہیں ہوتی اس پر
اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد و لالہت کرتا ہے۔
فَإِنْ تَنَازَّ عَثْمَرٌ فِي شَيْءٍ فَرُدُّهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ وَاقع ہو جاتے تو اسے اللہ اور اس کے
رَسُولِ اللَّهِ وَالرَّسُولِ (النساء۔ ۵۹)

اس آیت کی تفہیم میں عطاء بن ابی رباح میمون بن مہراؓ اور عبض و گیر عمار
کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹانے سے مراد کتب اللہ کی طرف رجوع ہے
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹانے سے مراد آپ کی وفات کے بعد
سنّت کی طرف رجوع ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول اطیعوا اللہ و اطیعوا الرّسول
مکن تفہیم میں عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کتاب و سنّت کی ابتداء ہے
بعظاً مذکور ہے میں کہ "اولی الامر منکم" سے مراد اہل علم اور اصحاب فقہ میں یہی تفہیم مجاہد
بیان کرتے ہیں۔

عریاض بن ساریہ کی حدیث بھی اس اجماع پر دلالت کرتی ہے یہ حدیث ہے
تَابَّةَ مِنْ شَمَارٍ ہوتی ہے اس کے تمام راوی تقدیم ہیں۔ عربیش بن ساریہ فرماتے ہیں۔
یہ قول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وعظ فرمایا جس سے آنکھوں سے آنسو
پہنچ لگے دل ڈر گئے ہمہ نے عرض کی۔

"پا رسول اللہ ابیر تو رخصت کرنے والے کی نصیحت ہے۔ آپ کی کیا
وصیت ہے؟ آپ نے فرمایا۔ میں تمہیں عصاف روشنی میں چھوڑ رہا ہوں اس کی
رات بھی دن کی نامنہ ہے۔ یہرے بعد جو کوئی کھروی اخیتماً کرے گا، بلکہ یہو گا۔ تم

میرے بعد اگر فرزندہ رہے تو بہت بے اختلافات دیکھو گے۔ تم میری سنت اور خلافت
راشدین و مہدیین کی سنت کو لازم پڑھنا۔ اطاعت ابیر کا التزام کرنا خواہ تم پر ایک
جذشی کو امیر کیوں نہ مقرر کر دیا جاتے؟ اس کی اطاعت کو دانتوں سے پچھے
رہنا۔ مومن ان سدھائے اونٹ کی ماندہ ہے کہ جب اس کو مقید کر دیا جاتا ہے
تو اطاعت کرنے کا چال ہے۔

علامہ ابن عبد البر نے بھی اس حدیث کو صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے
مگر انہوں نے اس کے ساتھ یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے۔ دین میں نئی نئی باتوں سے
بچتے رہو کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ دین
میں نئی نئی باتوں سے بچتے رہو۔ کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت
گمراہی ہے۔

اس بارے میں بہت سی احادیث مروی ہیں اس امر پر کہا تے دین
کے ذمہ میں نہیں آئی دلائل کے لئے یہی آیت کافی ہے۔
الْيَوْمَ الْكُلُّ لِكُلِّ ذِيْهِ كُلُّ وَاجْمَعُتْ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین
عَلَيْكُمْ نِعْمَةٌ وَرَضِيَتْ لَكُمْ مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری
الْإِسْلَامَ دِينًا. کے طور پر پسند کریں۔ (المائدۃ۔ ۳)

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
پہنچ کر دیا تو پھر یہ رائے کیسی جستے تکمیل دین کے بعد اصحاب رائے نے
ایجاد کر لیا۔ اگر یہ رائے ان کے اعتقاد کے مطابق دین کا حصہ ہے تو اس
رائے کے بغیر دین مکمل نہیں یہ چیز قرآن کی نص کو روکرتی ہے۔ اگر یہ رائے نہیں
کا حصہ نہیں تو پھر اسی چیز میں مشغول رہنے کا کیا فائدہ جو دین کے ذمہ میں
نہیں آتی۔

یہ ایسی نظر درست مدلیل ہے جس کا کوئی جواب مقلدین کے پاکہ نہیں ہے۔

اس آیت کریدہ کو آپ اصحاب رائے کے خلاف اُولین مُنہ توڑ دیں
بنیتیے اُن کے پاس اس کا جواب نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کتاب حکم میں ہمیں
خبر دی ہے کہ اس نے اپنا دین مُکمل کر دیا ہے اور رسول اللہ علیہ وسلم نے اے
اپنی زندگی میں تکمیل دین کی تجربہ دی تھی۔ اب اگر کوئی شخص اپنی طرف
سے کوئی چیز لے کر آتا ہے اور وحی کرتا ہے کہ یہ ہمارا دین ہے تو ہم اس سے
کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ سچا ہے۔ جاؤ ہمیں تمہاری رائے کی کوئی
 ضرورت نہیں۔

کاش! مقلدین نے اس آیت طیبہ کو اچھی طرح سمجھا ہے تو ایک وہ تقسیم
کی مشقت سے آرام پاتے۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خبر بھی دی ہے
کہ اس کا علم ہر حنفی کا اطاعت کئے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
ما فَقْطُ الْمُنَافِقُونَ مِنْ شَرِّيْتِهِمْ نَّهَايَةٌ مِّنْ كِتَابٍ مِّنْ شَرِّيْتِهِمْ

(والآنعام ۳۸۰)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ
شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً۔
بیان کرنے والی دہالت اور رحمت
بنانکر۔ (العلی ۸۹)

پھر اس نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ وہ اس کی کتاب کے مطابق فیصلہ
کریں۔ یعنی پچھے فرمایا۔
وَإِنَّ أَخْرَمْنَا مِنْتَهَهُ بِمَا أَنْزَلَ۔ اور یہ کہ تو ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے
کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلہ کر
اللَّهُ وَلَا تَشْيَعَ أَهْوَاءَ هُنَّ
اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کر۔ (المائدۃ ۲۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ
ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ تیری طرف

لَتَحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَادَكُ
اللَّهُ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِ مِنْ خَصِيمًا
(النَّاسَ - ۱۰۵)

اللَّهُ تَعَالَى كَا رَشَادٍ هُوَ
إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ يَقْصُدُ الْحَقَّ وَهُوَ
خَيْرُ الْفَاصِلِينَ. (الْأَنْعَامَ - ۵۴)

الشَّهِيدُ بَرَكُ اللَّهُ تَعَالَى كَا رَشَادٍ هُوَ
وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ
فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ...
وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ
فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ...
وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ
فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِدُونَ.

(الْمَائِدَةَ - ۳۴، ۳۵)

اللَّهُ تَعَالَى نَعَّى قُرْآنَ مُجَيِّدَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ كَهْ رَشَادَ كَمْ

ابِياعَ كَحْكُمْ دِيَاهَ.

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ
وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا
وَلَا تَقْوِا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ
(الْمُسْنَنَ)

اللَّهُ تَعَالَى كَا رَشَادَ سَبَبَ
قُلْ إِنَّ كُنْتُمْ تَعْبُونَ اللَّهَ
فَلَا تَقْعُدُ فِي مَحِيطِ كُنْجِ اللَّهِ
(آلِ عَمْرَانَ - ۳۱)

تو کہہ دے کہ اگر تمِ اللَّهُ تَعَالَى سے محبت
کرتے ہو تو میری ابہا ع کرو اللَّهُ تَعَالَى
تم سے محبت کرے گا۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مُلْكَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
أَطِيعُوكَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ أَنْتَ أَعْلَمُ
قُرْحَمُونَ (آل عمران - ۱۳۲) پڑھم کیا جائے۔

اللَّهُ تَعَالَى كَانَ ارشادِ
أَطِيعُوكَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ فَعَلْتَ كَمَا تَشَاءَ
تَوَلَّ وَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ
کوپٹ نہیں کرتا ہے بلکہ
آل عمران - ۳۲)

اللَّهُ تَعَالَى ارشادِ فرماتا ہے۔
وَمَنْ يَطِيعُ الْفَتْحَةَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ
جَمَاعَةُ اللَّهِ أَوْ رَسُولِهِ کی طلاقت کرتے
مَعَ التَّذَكِيرَ مِنْ أَنْ يَعْلَمُ اللَّهُ عَلَيْهِ شَهَادَةً
مِنِ الْقَبِيلَتَيْنِ طَالِبِيْنَ وَلِتَعْلَمَ
شہدار اور صاحبوں کے ساتھ ہوں گے
وَالشَّهَدَةَ وَالضَّالِّيْنَ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔
وَحَسْنَ أُولَئِكَ رَفِيقُوا النَّاسَ (النَّار - ۶۹) یہی لوگ بہترین رفیق میں۔

اللَّهُ تَعَالَى کا ارشاد ہے۔
وَمَنْ يَطِيعُ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ
اللَّهَ وَمَنْ يَوْلِي فَمَا أَزَّبْنَاكَ
عَلَيْهِمْ حَفِظًا (النَّار - ۸۰)

اللَّهُ تعالیٰ فرماتا ہے۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَئِكَ الْأَمْرُ
مِنْكُمْ كَيْفَيْنَ تَنَازَعُمُ فِي شَيْءٍ
غَرَّدَ وَهُوَ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنَّ
كُلَّمَّا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

ذلِكَ حَيْرَ وَأَحْسَنَ مَا وَبِلَّا کی طرف لوٹا۔ اگر تم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں یہ طریقہ اپنھا اور تابیل کے اختبار سے بہتر ہے۔

(النار۔ ۵۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

بِحَالِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ يَدْخُلُهُ
وَمَنْ يُطِيعُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخَلُهُ
جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
خَالِدِ الدِّينِ فِيهَا وَذَلِكَ الْفَوْزُ
الْعَظِيمُ۔ وَمَنْ يَعْصِي اللَّهَ وَرَسُولَهُ
بِحَالِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ يَدْخُلُهُ نَارًا
وَيَتَعَذَّ حُدُودَهُ يُدْخَلُهُ نَارًا
خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ
مُّلِينٌ۔

(النار۔ ۱۳)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی
وَاحْذَرُوا فِيَانَ قَوْلِيَّةً ای احت کرو۔ اور ڈرتے رہو۔ اگر تم پھر
فَاغْلُمُوا آنَمَا عَلَى رَسُولِنَا إِلَبَلَاغُ گئے تو جان رکھو کہ ہمارے رسول کے
ذمے تو صرف صاف پہنچا دینا ہے۔

المُبِين۔ (المائدہ: ۹۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (الأنفال: ۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْنَا مَا حَمَلَ
اطاعت کرو اگر تم پھر جاؤ گے تو جان لو
وَعَلَيْكُمْ مَا حِلَّ لَمْ يَحْمِلْ وَارْتَدَ
کہ رسول کے ذمے تو صرف وہی بھے جہن کا
تُطْبِعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى
اس پر بارہ لاگی ہے اور تمہارے ذمہ دہ
تَرْسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ
ہے جس کا بارہ تم پر مکمل لگیا ہے اگر تم اپنے کی
اطاعت کرو گئے تو راہ راست پر لوگے اور رسول
کے ذمے تو صاف مناف پڑ جاؤ یعنی کے سوا
پچھے بھی نہیں۔

(النور-۵۳)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

أَقِمُوا الصَّلَاةَ وَأْتُوا الزَّكُوَةَ
نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْجَمُونَ
کی اطاعت کرو شاید کہ تم پر حکم کیا جائے۔

(الثیر-۵۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ
جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کر لیجا
فَأَرَفَوْزًا عَظِيمًا (الاحزاب-۲۱)
وہ بڑی کامیابی حاصل کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ
اے ایمان والے لوگو اللہ اور رسول کی
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تَبْعِطُوا أَعْمَالَكُمْ
اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

(محمد-۳۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِنَّمَا كَانَ قَوْلُ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا
رسنون کا قول تو جبکہ انہیں اللہ اور اس
دُعُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ لَيَسْعَدُ
کے رسول کی طرف بلایا جاتے تاکہ وہ ان کے
دُر میان فیصلہ کرے صرف یہ تھا کہ وہ
بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا أَسِمْعَنَا وَ
کہتے۔ ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کی
أَطْعَنَا وَأُولَئِكَ هُمْ

لَمْ يُهْمِلْ حُكْمَهُ (النور: ۶۵) یہی وہ لوگ ہیں جن ملک اپنیں لے گئے
اللَّهُ تَعَالَى أَرْشَدَ فِرَاتَهُ (بِحَمْرَةِ حَكَانَ) تمہارے لئے رسول اللہ علیہ السلام
يَقْظَرُ حَكَانَ بِهِ كَمْفِرَهِ بِعَلَى اللَّهِ تمہارے لئے رسول اللہ علیہ السلام
أَمْسَوَةٌ حَسِينَةٌ (الاعراف: ۲۷۴) میں بہترین نمونہ ہے۔

حدائقِ عالمی اور راس کے دھنیل کی اطاعت کے وہ جب پرستی دلال سے نادا قاف
 ہونے کا کوئی فائدہ نہیں۔ مسلمانوں میں فرد و احمد بھی ایسا نہیں جسے اللہ اور راس کے
 رسول کی اطاعت سے اختلاف ہو جو کوئی اللہ اور راس کے رسول کی اطاعت
 سے نہ انکا کو کرتا ہے وہ کافراً و دائرہ اسلام سے محارج ہے۔

اُمِّيْكَ بِعَامِيْ اُوْرْ تَقْلِيْدَهِيْ فِرقَ ہم نے یہ آیات کریمہ خص اس نے نظر
 کی ہیں کہ مقلد کے ول میں جبود کی بجد نرمی ہے اور حرج کرنے پر ہمہ بسا اوقات جب وہ
 ایسکو قسم کی آیات سنتا ہے تو اس میں اطاعت و مقاومت کی تردید پیدا ہوتی ہے۔
 اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے اپنادین کتاب دشت سے اخذ کرنا شریع
 کر دیتا ہے اگرچہ اس اطاعت کی فرضیت کے متعلق ہر مسلمان کو علم ہے مگر انسان
 اکثر قرآن و سنت کی اس تہذیب و عید سے غافل ہو جاتا ہے اور جب آپ اسے
 یاد دیتا کرواتے ہیں تو وہ دُر جاتا ہے۔ خاص طور پر ہو لوگ جن کی نشوونگلادی اور
 تعلیم و تربیت تقلید کے ماحل میں ہوتی ہے اور وہ اپنے بڑوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ
 مسلمان تقلید پر سختی سے قائم ہیں تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ دین، اسلام و ہی سبھی پر
 اُن کے نزدیک کارندہ ہیں اور وہ کچھ اس کے مقابلہ پر حصہ اسلام نہیں ہے ایسا حصہ
 لوگ جب اپنے مسلمان پر نظر ثانی کرتے ہیں تو بجھ کر لیتے ہیں۔ لہذا جب آپ
 کسی شخص کو پاتے ہیں کہ اس نے ان مذاہب میں کسی فریب پر شرف بخانی
 ہے پھر حصول علم سے قبل لوگوں سے اپنے مدعا مالوف کے خلاف ہاتھیں خٹا
 ہے تو وہ ان باتوں کو ناگوار محوس کرتا ہے۔ اس کا قلب اُن سے ربا کرتا ہے۔

اور طبیعت نفرت کرتی ہے جس نے اس قسم کے بے شمار لوگوں کا مشاہدہ کیا، ایک صاحب عقل و فہم اپنی عقل سے کام لیتے ہوئے بھبھ مان دو اشخاص سننے میں مواظنہ کرتا ہے جن میں سے ایک کسی ایسے مسئلہ میں آئندہ مذاہب میں سے کسی ذریب کی تقیلید کرتا ہے جس پر کوئی دلیل نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کا قول حقیقی راستے پر مبنی ہوتا ہے۔ دوسرا وہ ہے جو اس مسئلہ میں قرآن و سنت کی دلیل سے تسلیک کرتا ہے۔ تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس دونوں کے درمیان بہت بعد چھن کا ختم ہونا ممکن نہیں۔ جو دلیل سے تسلیک کرتا ہے وہ درحقیقت ایسی چیز کو اخذ کرتا ہے جس کو اخذ کرنا اللہ تعالیٰ نے واجب کیا ہے اور وہ ایسی چیز کا ابتداء کرتا ہے شارع نے مشروع کیا ہے اور تمہاری امت کو اس پر جمیع کر دیا۔ رہ ان کا اس عالم کی محض راستے کو دلیل نیا ناجس سے مقلد تسلیک کرتا ہے تو وہ مشرعيت میں مکوم علیہ ہے۔ وہ حاکم نہیں اور وہ تابع ہے تبوح نہیں۔ اس بارے میں وہ اپنی ماتبدی عکس کرنے والے ہی کی مانند ہے کہ دونوں پر اس چیز کو قبول کرنا غرض ہے ہر شارع کی طرف سے آئی ہے اس اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں فرق مذہب یہ ہے کہ تبوح عالم ہے اور تابع علم سے محروم ہے۔ عالم کے لئے دلیل پر محظیر ناممکن ہوتا ہے اور دلیل کے علاوہ کسی اور طرف رجوع کرنا اس کے لئے ممکن نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ طلب علم اہل علم سے بحث اور معارف اجتہاد میں حرج سے بچنے کی وجہ سے اس کے لئے تیار ہوتا ہے اور جاہل کے لئے اس اعتبار سے دلیل پر محظیر ناممکن ہوتا ہے کہ وہ دلیل اور نص کے بارے میں علمائے مشرعيت سے پوچھ کر معلوم کر سکتا ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں کتاب و سنت کی حکم دیتے ہیں اگر وہ دلیل کو سمجھ سکتا ہے تو علماء اس سے دلالت نص سمجھ سکتے ہیں۔ ورنہ وہ ایسے پریاٹے میں اس نص کی ہیں کہ سکتے ہیں جس سے وہ اس کے مضمون کو سمجھ سکے۔ لہذا معلوم ہوا کہ علماء نصوص مشرعيت کو روایت کرنے والے ہیں اور عامی اس روایت کے طالب میں۔ یہ عامی روایت پر عمل کرتا ہے راستے پر عمل نہیں کرتا اور متفقہ راستے پر عمل کرتا ہے روایت پر عمل نہیں کرتا کیونکہ وہ دلیل طلب کئے بغیر دوسرے کے قول پر عمل کرتا ہے اور

یہ عامی اپنے مسئلہ میں دلیل کا مطابق کرتا ہے۔ رائے کے متعلق نہیں پوچھتا اور ہر رائے کی بجائے روایت کو قبول کرتا ہے۔ اس حیثیت سے یہ دلوں اکٹی دوسرے کے مقابل ہیں۔

اپ غور کیجئے دونوں مقامات میں کتنا فرق ہے۔ وہ عالم دوسرا ہے جس کی تقدیم کرتے ہیں۔ دلیل کی تلاش میں جدوجہد کرتا ہے اور جب اسے کوئی بھی دلیل نہیں ملتی۔ تب وہ استنباط رائے میں جدوجہد کرتا ہے۔ استنباط رائے میں اس کا وعدہ مقابل قبول ہے اسی طرح جب وہ اپنے اجتہاد میں غلطی کر جاتا ہے تو اس فلمی میں اس کا وعدہ مقابل قبول ہے بلکہ اسے اس اجتہاد میں اجر بھی ملتا ہے، امام بخاریؓ اورسلمؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بحث مأکم اجتہاد کرتا ہے اگر اس کا اجتہاد صحیح ہو تو اسے دو اجر ملتے ہیں اور اگر اس کے اجتہاد میں خطأ ہو جلتے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔

ہم ادا جب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گا اور اس پر اپنی غلطی و ارضع ہو گی توجیت اور دلیل کے طور پر یہ حدیث اس کے پاس ہو گی اس کے بعد جب مقلد ائمہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو گا تو اس کا مواخذه ہو گا کیونکہ اس نے یہ میں ایسے شخص کی تقدیم کی ہے جس سے خطا سرزد ہوئی ہے۔ اس خطاب پر مجتہد کا عدم موافخذہ عقولاً شرعاً اور عادتاً اس امر کو مستلزم نہیں کہ جو کوئی اس خطایں اس کی تقدیم کرتا ہے اس سے بھی موافخذہ نہیں ہو گا۔

تصویب مجتہد

اگر مقلد تصویب مجتہد کے مسئلہ کا سہارا لیتا ہے تو معلوم ہے جوہر اہل علم کے نزدیک مجتہد سے خطاب اور صواب دوغون کا امکان ہے اور معتبر کہتے ہیں کہ ہر مجتہد صاحب صواب ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مقام اختلاف پر حق ہمیشہ صراحت ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات الحاکم اذا اجتہد فاصاب فله اجران واجتہد فاختطاً فله اجر“ سےستفاد ہوتا ہے کہ حق و صواب صرف (باقی الگھضہ پر)

ہونا چاہئے کہ اس کے قابلین تو صرف یہ کہتے ہیں کہ تصویب مجتہدین اس نئے میں ہے کہ مجتہد اس اجتہادی خطاب پر گنہگار ہیں پھر بالکل وہ حق اجتہاد ادا کرنے پر عند اللہ بالآخر ہے تصویب مجتہد کے قابلین نہیں کہتے کہ وہ اس مسئلہ میں اس حق و صواب کو بھی پالیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد منہفوں کے بھی خلاف ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ جب حکم اجتہاد کرتا ہے اگر اس کا اجتہاد صحیح ہوتا سے دو اجر ملتے ہیں اور اگر اس کے اجتہاد میں خطاب ہو جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔

آپ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی عبارت پر غور فرمائیے یہ حدیث تمام محدثین کے ززویک مسح ہے اور مسلمانوں کے تمام فرقوں کے ہاتھ مقبول ہے۔ آپ کا ارشاد ہے۔ اگر اس کے اجتہاد میں خطاب ہو جائے۔ وہ تمام اجتہادی آراء جو ایک مجتہد سے صادر ہوتی ہیں دو اقسام پر مشتمل ہیں۔

اول وہ آراء جو حق و صواب کے مطابق ہوتی ہے۔

ثانی وہ آراء جو مجتہد کی اجتہادی غلطی شمار ہوتی ہیں۔

لہذا کوئی کیسے یہ کہہ سکتا ہے مجتہد کی رائے میں صورت میں حق و صواب کے مطابق ہوتی ہے۔ درآں حال یکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتہادی غلطی کو اس کی طرف نسب کیا ہے۔

اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ تصویب مجتہد کے قابلین کی مراد ہے کہ مجتہد مطلقاً حق و صواب پر ہوتا ہے تو وہ سخت غلطی پڑتے ہے اور وہ ان کی طرف ایسی بات نسب کرتا ہے جس سے وہ بری ہیں۔ بنابریں محققین کی ایک جماعت نے تصویب مجتہد کے (بقدیر صفحہ گزشتہ) ایک ہے اور جب مجتہدا پنی کوشش و اجتہاد سے اس حق کی موافقت میں کریتا ہے تو صاحب صواب کہلاتا ہے اور وہ دُہر سے اجر کا مستحق ٹھہر جاتا ہے اور اگر وہ صوبہ حق کی کوشش و اجتہاد کے باوجود حق کی موافقت حاصل نہیں کر پاتا تو وہ صاحب خطاب ہے اور صرف ایک اجر کا مستحق ہے۔

قائلین کی مراوکویوں و انصح کیا ہے کہ مجہد ایسے حق و صواب پر ہوتا جو خطا کے منافی نہیں ہے اور دس سے سبراو دو حق و صواب نہیں جو خطا کے مقابل ہوتا ہے۔ اور مجہد کی اجتہادی غلطی کو صواب ہے کہ تم چوتھا اس اعتماد ہے ہے کہ نص میں اس اجتہادی غلطی پر اجوکا وحدہ ہے۔ ایک صواب ہے جو سب کرنے والیں اعتبار ہے نہیں کرنے والیں میں مجہد سے خطا سرزد نہیں ہوتی، اور اپنے علم میں ہے کوئی بھی اس کا قابل نہیں، اگر کوئی اس سلسلہ کو نہیں کچھ تکمیل کرے تو اس کے فہم کا فصور ہے اور اسے پڑھ کر کشم کرنا چاہتے اور اسے اس شخص کی ایضاح کو قبول کر لینا چاہتے جو علماء کے کلام کی اگر سے زیادہ عرفت رکھتا ہے۔

مقلدین قرآن مجید کی آہیت فَاسْتَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ سے استدلال کا سہارا یتیم ہے پس بحال انکہ یہ کتاب و مذہب کے ثابت شدہ حکم کے تعلق اپنے علم سے سوال پر اقتصر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم پر واجب تھہرا یا ہے کہ وہ اس کے احکام کو اس کے بندول پر واضح کریں یہ سوال جس کو اللہ تعالیٰ نے مشروع قرار دیا ہے درحقیقت اپنے علم سے شرعی جلت و دلیل کے متعلق سوال اور مطابق ہے۔ اس طرح اپنے علم کی حیثیت راوی اور سائل کی حیثیت روایت کے طالب کی سی ہو جاتی ہے مقلد کو خدا پنے بالے میں اس بات کا اقرار ہے کہ وہ اپنے امام کا قول کسی شرعی جلت کے مطابق ہے کے بغیر قبول کرتا ہے۔

تب مذکورہ بالآیت کریمہ تقليد پر نہیں بلکہ اتباع پر دلیل ہے اور ہم نے یہ فرض کرتے ہوئے کہ آیت مذکورہ میں سوال عام ہے گذشتہ صفات میں اتباع اور تقليد میں فرق کو واضح کر دیا ہے نیز ہم یہ بھی پیش خدمت کر چکے ہیں کہ آیت مذکورہ کے سیاق و سبق سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ سوال خاص ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَا نَبِيًّا إِلَّا دُعَى إِلَيْهِ
فَاسْتَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ اس آیت کی وہ تفسیر ہم

آپ کے سامنے رکھے ہیں جو اہل علم نے کی ہے۔ اس سے آپ پر واضح ہو گیا
بہت کچھ اہل آمیت کو ایک سو خاص خوبی دست نہ کروں ڈال تو ایسے ہی ہے اہل تقلید کی
وہ میں بعد کار حادثی ہے اور اسکی سوالات کو عام افراد کو لے کر پڑھیں ملین ملین کئی کیا
کرنے کی بجائے ان کے خلاف فضیلیتی پر بحث کروں۔

احسنی مسائل میں تقلید جائز نہیں

یہ سیم مسئلہ میں تقلید جائز نہیں یہ سیم مسئلہ میں تقلید جائز نہیں کہ
آپ بھابھات دوست مالات کے مسائل میں عالم کی تعلیم کر رہے ہوئے جواز تقلید
مکمل مسئلہ میں تقلید یا مجتہد؟ اگر آپ تقلید میں تو آپ نے ایسے مسئلہ میں
تقلید اختیار کی جس میں آپ کا امام تقلید کو جائز قرار نہیں دیتا کیونکہ یہ اصولی یہ
مسئلہ ہے اور خود آپ کے نزدیک تقلید تو صرف قرآنی مسئلہ میں ہو سکتی ہے یہ
آپ نے کہا کیا؟ آپ گھر سے اور زار بیک گھر میں کیا لگائے۔ حالانکہ آپ اس
یعنی سختی تھے کہ آپ یہ اصولی مسئلہ میں اجتہاد کرنے ہیں تو آپ پتے
تقلید جائز نہیں کیونکہ اس قسم کے اصولی اور شکل مسئلہ میں آپ اس وقت
نکت اجتہاد پر قادر نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسے علم نے
نہ مل کر جو انسان کو اندھیروں سے نکال رکھتی ہے اسے آتا ہے مگر آپ اپنے
آپ کو ایسی چیز میں ڈال رہے ہیں جس کا کوئی جواب نہیں۔ اور دین میں آپ
رجاہ کی تقلید کر رہے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بے نیاز
کر دیا ہے اور آپ اپنے آپ کو تقلید کی ولادل سے نکال سکتے ہیں ہم یہ بت
لے و جو دباری تھا اور اس کی صفات کے متعلق حقیقی مسائل میں تقلید کے بارے میں اہل علم
میں اختلاف ہے۔ امام رازی المحسول میں بہت سے فقہاء نے نقل کرتے ہیں کہ ان مسائل میں
تقلید جائز ہے جبکہ کوئی نہیں یہ ہے کہ ان مسائل میں تقلید جائز نہیں۔ استاذ ابو اسماعیل نے
اسے اہل علم کے اجماع کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ امام الحرمین کہتے ہیں کہ اصولی مسائل میں
خانبلیکے سوا کوئی تقلید کا قابل نہیں (راد شاد المفوغو ص ۲۴۶)

اسنے بیکار پر کہہ دیا ہے کہ اجتہاد میں تبعیض نہیں ہوتی بعض سائل میں اجتہاد پر منفرد و بھی قادر ہوتا ہے جو قسم سائل میں اجتہاد پر کہیں نہ کہ اجتہاد نفس کا مکمل ہے جو صرف اس وقت حاصل ہوتا ہے جب نفس کو اس کے بیکار معارف کا احاطہ ہو جاتا ہے۔

اگر آپ اس دلیل کا سہارا لیں کہ اجتہاد میں تبعیض ہوتی ہے تو ہم آپ سے یہ سوال کر سکتے ہیں۔

”یہ اصر کہ اجتہاد میں تبعیض ہوتی ہے آپ کو اجتہاد سے معلوم ہوا یا تقلید ہے؟“
 اگر آپ کو تقلید سے معلوم ہوا ہے تو یہ ایک ایسا اصولی مسئلہ ہے جس میں خود آپ کو اور آپ کے ہام کو اعتراف ہے کہ تقلید جائز نہیں۔ اور اگر آپ کو یہ امر اجتہاد کے ذریعے معلوم ہوا ہے تو یہ ایک خاص مسئلہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجتہاد کی استطاعت عطا کی ہے بچہ آپ نے فروعی سائل میں اجتہاد کیوں نہیں کیا۔ حالانکہ فروعی سائل میں اجتہاد اصولی سائل میں اجتہاد سے آسان تر ہے؟ فروعی سائل میں بھی اجتہاد کیجئے۔ علوم اجتہاد کے حصوں پر زیادہ سے زیادہ توجہ دیجئے یہاں تک کہ آپ اہل اجتہاد میں شمار ہونے لگیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اس بوجھ کو دو کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علم کی روشنی عطا کی ہے اس کے ذریعے تقلید کی تاریکی کو دو کر دے گا۔ جب آپ اجتہاد اکبر کے تمام پرہنچنے کی کوشش کریں گے تو سمجھ لیجئے کہ مسافت بہت قریب ہے جو بعض پر قادر ہے وہ کل پر بھی قادر ہو سکتا ہے جو مدارک اصولیہ میں حق کو پہچان سکتا ہے وہ فروعی سائل میں بھی حق کو پہچاننے پر قادر ہے۔ علوم اجتہاد کی حفظ معرفت حاصل کرنے کے بعد آپ کے تقلید اور تبعیض اجتہاد کے بطلان کی معرفت ہو جائے گی۔ بلکہ اگر آپ تعصیب کو دو کر کے اپنے آپ کو ان چند صفات کے سمجھنے پر آمادہ کر لیں جو میں نے آپ کی خاطر تحریر کئے ہیں تو آپ کی عقل و فہم قبل اس کے کہ آپ میں معارف اجتہاد جمع ہوں آپ کو اس تیجے پرہنچا دے گی۔ کہ یہ صواب اور حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ندوں میں سے اکثر سی کو فہم سے

نواز اہے اور اہل توفیق کبھی حق ہے محبوب نہیں ہوتے۔ انصاف و جدائی حق پر سچا گواہ ہے۔ بنا بریں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و آئہ وسلم نے فرمایا "اَخْلُدُ
النَّاسَ إِنَّ اَبْصَرُهُمْ بِالْحَقِّ إِذَا اخْتَلَفُوا" اس کا مطلب ہے کہ انسانوں میں اختلاف کے موقع پر سب سے زیادہ علم رکھنے والا سب سے زیادہ حق کی بصیرت رکھتا ہے۔ اس حدیث کو حاکم نے اپنی "مستدرک" میں روایت کرنے کے بعد اس کو صحیح کہا ہے۔ حاکم کے علاوہ بعض دیگر محدثین نے بھی اس کی تخریج کی ہے۔

اگر آپ کو تقلید پر اصرار ہے اور اپنی جہائیت کی بنابری دھنائی سے باز نہیں آتے اور کہتے ہیں کہ ہر چند کہ جواز تقلید کا مسئلہ اصولی مسئلہ ہے اور اہل علم بھی اس پر مستحق ہیں کہ اصولی مسائل میں تقلید جائز نہیں اور تمام اہل تقلید کے ہاں یہ معروف ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اس مسئلے میں اور دیگر تمام مسائل اصول میں تقلید جائز ہے۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اصولی مسائل میں تقلید کا جواز آپ کو کہاں سے معلوم ہوا۔ یہ جواز تقلید کی بنابری ہے تو ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ آپ کس کی تقلید کر رہے ہیں کیونکہ گر شستہ سطور میں ہم آپ کو بتا سکتے ہیں کہ تمام آئمہ مذاہب نے تقلید سے منع کیا ہے اصولی مسائل میں تو گیا وہ تو فروعی مسائل میں بھی تقلید سے منع کرتے تھے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ آئمہ مذاہب یا ان میں سے کسی ایک کی تقلید کرتا ہوں۔ اور یہ وہ امام ہے جس کی آپ کوئی دلیل اور حجت طلب کئے بغیر تمام مسائل میں تقلید کرتے ہیں۔ تو آپ اپنے امام کے متعلق جھوٹ کہتے ہیں اور بھوٹی اور باطل باقوں سے اپنے نفس کو معلول کرتے ہیں کیونکہ۔ آپ کے سواد و سکے لوگ جو آپ کے امام کے فہرست اور اس کی نصوص کا زیادہ علم رکھتے ہیں روایت کرتے ہیں کہ آپ کے امام نے تقلید سے منع کیا ہے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ میں اپنے امام کے علاوہ کسی اور کی تقلید کرتا ہوں تو ہم آپ سے۔

پوچھتے ہیں کہ وہ کون ہے جس کی آپ تقلید کرتے ہیں نیز آپ نے خاص طور پر اس شخص مسلسلہ میں اپنے امام کے سوچنسی اور کی تقلید کیونکہ گوارا بکری دینا بھلہ جو کوئی اپنے دین کو دین حدیث کھیل بنالیتا ہے وہ بہائم سمعشان، رکھتا ہے۔ کاشی یہ تقلید میں تمام مصالح میں اپنے امام کی تقلید کرتے ہیں لیکن اگر ہیں کہ تو ان پر یہ لازم تھا کہ وہ مسلسلہ تقلید میں عین اُن کی تقلید کرتے ہوں اور اس کے کرام رحمۃ اللہ علیہم جیسا کہ گزشتہ سطور میں بخوبی بچا ہے اس مسلسلہ میں عدم جواز کے قابل ہیں۔ اگر اس میں ہے، ان کی اقتدا کرتے تو تمام مسائل پر تقلید چھوڑتی چڑتی اور اپنے آپ کو تقلید کے چندے نکال لیتے۔

ہم اس مقلد سے پوچھتے ہیں کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ کا امام تمام علوم اجتہاد پر حاوی ہے اور آپ کو یہ معرفت کیسے حاصل ہوئی۔ آپ تو اپنے بارے ہونے کا دعویٰ کر رہے تھے اور اب حدیثی اس دعویٰ کو جھیلا رہے ہیں۔ اگر وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے اپنی علم نے خبر دی ہے کہ میرے امام میں تمام علوم اجتہاد جمع تھے۔ تب ہم اس سے یہ پوچھیں گے کہ وہ شخص جس نے آپ کو یہ خبر دی ہے مقلد ہے یا مجتہد۔ اگر وہ یہ کہتا ہے کہ وہ مقلد ہے تو ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ ایک مقلد کو یہ معرفت کیسے حاصل ہو گئی کہ آپ کا امام تمام علوم اجتہاد پر حاوی تھا۔ وہ بھی اپنے بارے میں اسی طرح جمل کا اعتراف کر رہا ہے جیسے آپ بارہ ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ اگر مقلد کہتا ہے کہ مجھے یہ خبر ایک مجتہد شخص نے دی ہے تو ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے کیسے پہچا نا کر دو۔ مجتہد ہے کیونکہ آپ تو ماضی چہالت کا اقرار کرتے ہیں۔ پھر اس پر مبنی مولالات کا مسلسلہ جاری رکھیں گے جو کبھی ختم نہیں ہو گا۔ ہم مقلد سے پوچھتے کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ صرف اسی کے پاس ہے جس کی آپ تقلید کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ دیگر آئندہ کرام نے تقریباً ہر مسلسلہ میں آپ کے امام کی مخالفت کی ہے؟ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ چیز تقلید کے ذریعے معلوم

ہوئی تو اس کا جواب پر یہ کہ مقلد کسے حق اور ایں حق کی معرفت حاصل کر سکتا ہے حالانکہ اسے اعتراف نہ ہے کہ وہ فیصل کام عطا یہ نہیں کھاتا اور جب دلیل یا اس کے پاس آئی ہے تو وہ دلیل میں خود فکر غیب کرتا ہے اپنے آپ اپنے متعلق جھوٹ کیوں بولی رہے ہیں جالانکہ خود آپ کی ایسی نہیں اتنا کے بخلاف یہ بر کوایہ دے رہی ہے بلکہ آپ کے ذرعی میں کچھ خلاف ہے پر مقلد و مقتدہ شاہزادے اگر کوئی تبکیر کرتے ہیں کہ یہ چیز مجھے اجتہاد کے ذریعے معلوم ہوئی ہے تو وہ آپ مقلد ہمہ دوں گے اور آپ کا شمار ایں تقلید میں نہیں ہو گا بلکہ تقلید توکر پر حرام ہے یہ کوئی کیا ہو گیا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناسکبری کر رہے ہیں

حَمْدُهُمُ اللَّهُمَّ تَعَالَى الْكَارِثُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يَرْجُونَ

فَإِنَّمَا يُنْعَمُ بِمَا تَرَكَ فَرَحْمَةُ رَبِّكَ فِي حَدَّتِ

الْمُنْكَرِ إِنَّمَا يُنْعَمُ بِمَا تَرَكَ فَرَحْمَةُ رَبِّكَ فِي حَدَّتِ

الْمُنْكَرِ

پہ سوں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لذہ شاد ہے۔

”ساتھ تعالیٰ کو اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر رکھنا بہت پسند ہے۔ اور نعمت علم کی تحدیت یہ ہے کہ صاحب علم اپنے علم کو پھر عمل کرے اور اللہ تعالیٰ نے جس زندگی کی طرف اسے دعوت دی ہے اس طرح بجالائے جسیا کہ اس نے کتاب و سنت میں حکم دیا ہے تاکہ اپنا متفق علیہ امر ہے جس میں کسی حال میں بھی کسی کو کوئی اختلاف نہیں اور آپ اپنی کوتاہی کے ساتھ ساتھ اپنی تعلیمی و حرج سے ان لوگوں کے ذمہ میں آتے ہیں جو دین پر غیر کسی بصیرت کے عمل کرتے ہیں۔ ان امور کو تو ان کو کسی جوشک و شےے سے بالآخر میں مشکوک امور کو اختیار کرتے ہیں اور آپ حق کے بد لے ایسی چیز لے لیتے ہیں جس کے متعلق آپ خود نہیں جانتے کہ وہ کیا ہے اگر آپ مختہد ہیں تو آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا کر کر دیا ہے اُن کے دلوں اور کافوں پر نہ رکادی اور اُن کی آنکھوں پر رُدہ

ڈال دیا ہے۔ وہ اپنے علم سے فائدہ ہمیں اٹھاتے۔ ان کا علم اس کے خلاف جھٹ ہے وہ روشنی کو چھوڑ کر ان حیروں کی طرف لوٹ گئے۔ انہوں نے یقین کا مفہوم سہارا چھوڑا اور مسلک و شہادت کا کمزور سہارا لے لیا۔ وہ اور ج تریا کی بندیوں سے تخت المژہبی کی پتیوں میں جاگرے۔ خدا مجھے نہ اٹھائے بلکہ تم ہ تھوں اور منہ کھبیل پڑے رہو۔ یہ تو اس مقلد کا معاملہ ہے جو پہ کہتا ہے کہ میرے امام کی تمام آزادی ہیں۔

اگر وہ یہ اقرار کرتا ہے کہ اس کے امام کی آزادی میں سے کچھ آزادی ہیں اور کچھ باطل اور یہ کہ وہ بشر ہے اور اس سے خطا اور صواب دونوں کا اختیار ہے۔ خاص طور پر ایسی آزادی میں جن کو کوئی دلیل سہارا نہیں دیتی۔ تو ہم اس سے کہیں کہ اگر آپ اس مسلم کے قائل ہیں تو یہی صحیح ہے آپ کے امام کا بھی ہی مسلم ہے آپ کے امام کے مدہب اور ان کی مدون شدہ آراء کے متعلق اگر کوئی سائل پوچھتا تو وہ یہی جواب دیتے ہے۔ لیکن ہمیں یہ بتایے کہ کس چیز نے ان آراء کو جو حق اور باطل دونوں پر مشتمل ہے۔ آپ کے لئے کا ہر اور آپ کا دین بنادیا ہے کہ آپ اس کی کسی بات کو ترک نہیں کرتے آپ کا امام تو اپنی خطایں اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ رہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے خطای پر اجر کا حقدار تھہرا دیا ہے جیسا کہ گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کیونکہ وہ مجتہد ہے اور مجتہد سے اپنے اجتہاد میں غلطی ہو جائے تب بھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح کے مطابق عند اللہ ماجور ہے۔ آپ کو کس نے بتایا ہے۔ کہ غلطی اور خطایک اتباع کرنے میں آپ عند اللہ محفوظ رہیں اور اس کے لئے آپ کے پاس کون سی دلیل ہے؟ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ میں تعقید چھوڑ دیتا ہوں اور نصوص کے پارے میں اہل علم سے سوال کرتا ہوں لیکن پھر بھی مجھے صواب کا قطبی یقین نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس امر کا پورا احتمال موجود ہے جس کے متعلق میں نے پوچھا ہے اور اسے اختیار کیا ہے وہ حق ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ باطل ہو۔

تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ معاملہ اس طرح نہیں جس طرح آپ سمجھتے
 میں بلکہ صحیح دلیل کے ساتھ ترک کرنا تامتر حق ہے اس میں ذرہ بھروسہ نہ ہے میں نہیں
 فرض کیا آپ کسی دینی مسئلہ میں کتاب و سنت کے علاوہ سے کوئی قوی پوچھتے ہیں
 تو ان کے قوی سے یہ بات بہت بعیض ہے کہ وہ آپ کو کتاب وہ سنت کے بغیر
 کوئی فتوی دیں۔ کیونکہ آپ نے تو ان سے اس مسئلہ میں صرف کتاب اللہ اور سنت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پوچھا ہے اور یہ علماء بلکہ تمام مسلمان جانتے ہیں کہ
 کتاب اللہ اور سنت رسول سراسر حق ہیں۔ فرض مخالف اکتفی حصہ نہیں فاجر
 ہے وہ مسیح صدیق کو چھوڑ کر ضعیف حدیث یا محکم آیت کو نظر انداز کر کے کسی
 نہ سوچ آیت پر فتوی دیتا ہے تو اس میں آپ پر کوئی عرج نہیں کیونکہ آپ نے
 تو اپنا فرض ادا کر دیا کہ آپ نے اپنے علم سے شرعاً مطہرہ کے متعلق پوچھا ہے
 بھائی کی آراء نہیں پوچھیں مقلد اپنے مفتی سے آپ کی طرح نہیں پوچھتا اور
 اپنے امام کے متعلق یہ گمان نہیں رکھتا کہ کوئی بالکل بات کہنا اس کے قوی سے
 بعید تر ہے کیونکہ ہم آپ کو بتاچکے ہیں کہ مقلد کو اسی امر کا اعتراف ہے کہ اس
 کے امام کی بعض آراء غلط ہو سکتی ہیں۔ اور امام نے اسے پر حکم نہیں دیا کہ وہ جعل
 کی صورت میں بھی اس کی پیروی کرے بلکہ اس نے تو اس سے منع کیا ہے جیسا
 کہ اس بارے میں گوشتہ صفات میں ہم تمام آئندہ کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعیں
 اور دیگر اپنے علم کی تصریحات آپ کی خدمت میں بھیں کرچکے ہیں۔ اس کے
 بر عکس جب آپ کسی سے کتاب و سنت کے مطابق فتوی دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ کتاب و سنت
 کو کتاب و سنت کے مطابق فتوی دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ کتاب و سنت
 تمام تر حق ہے کتاب و سنت ہدایت اور فورم ہے اور آپ نے صرف کتاب و
 سنت کے متعلق پوچھا ہے۔

اے مقلد! آپ کو اعتراف ہے کہ ان تمام فروعی مسائل میں جن ہی آپ
 تعقید کرتے ہیں۔ آپ کو علم نہیں کہ حق کیا ہے اور جب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ

ہو۔ پھر تلقید کرنے میں جائز نہیں تو آپ اپنے آپ کو ایسے مقام اور منصب پر نہیں آئے ہیں جیسا کہ اب سلطنت اور ایں نہیں ہیں۔ جو از تلقید کے لئے آپ والام دیے گئے ہیں اور ان فیہادت کا انہیا کرنے لگت جاتے ہیں جبکہ کام اس طبقہ میں دیکھ کر رکھتے ہیں۔ آپ اس عظیم اصولی مصلحتے میں وہ روایت کیوں اختیار کرنا چاہیے جو از تلقید کے لئے اس عین حوالوں میں اختیار کردی ہے؟ میں آپ مسئلہ میرے ہر علم کا کام ملکاں لیں احتیاط نہیں کرتے۔ وہ شخص کبھی بہاک میں ہو جائے تو پوچھ دیں کہ مجھے معلوم نہیں میں کیوں کوئی حصہ نہ کھلتے۔ آپ اس مقام پر زیر کے کہ مجھے معلوم نہیں کیا تم نے کہیں کہیں جو ایسے امور میں بھی وہی کہتا ہوں۔ قبریں منکر نکیر کے سامنے بھی کوئی حصہ نہ کھلتے۔ آپ کے لئے تو لا غیری دلکشا ملاج تو مسوائی کر فخر میں ہے۔ آپ پسلہ تلقید میں اس شخص کے پوچھ لیجئے جوں کہ علم دین اور وسائل حفاظت پسندی پوچکو بھروسہ ہے۔ آپ کو حضرت حاصل ہو جائے گی لیکن آپ کا امام نوندہ ہوتا جس کی آپ تلقید کرتے ہیں تو ہم آپ کو اسی کے پالن کھینچتے اور ہم آپ سے کہتے کہ آپ اس کی امتیاز کریں اور آپ کا امام پہلا شخص ہوتا جو کہ آپ کو تلقید سے منع کر تا جیتنا کہ ناقص مطهور میں ہم آپ پر وضیع کر جائیں، مگر آپ کا امام تو درج کا ہے اور دھیروں مٹی کے نیچے مدفن ہے اب آپ مشرعت کے متعالیٰ ان عنادار سے پوچھتے جو اس وقت موجود ہیں۔ احمد شدودہ تمام بلاد ایسے میں ہر جگہ موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے اپنے دین متنیں کی حفاظت فرماتا ہے اور ان سے ذریعے اپنے بندوں پر حجت قائم کرتا ہے۔

اگر وہ بعض حالات میں حق کو چھپاتے ہیں تو صرف تلقید کی بنابر جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ إِلَّا أَن تَتَقْوَى مِنْهُ حُكْمُتَهُ وَإِلَّا يَرَكِّمْ أَن سے کوئی ڈرسہ یا ملہست کی بنابریا مال اور جاہ کے لائچ کی بنابر۔ مگر جب ان کو

حکوم ہو جاتا ہے کہ سائل طالب حق ہے اور حق میں رغبت رکھتا ہے واقعی دہ دین کے بارے میں جاننا اور صحابہ و تابعین کی راہ پر گامزن ہونا چاہتا ہے تو اس سے نہ حق کو چھپاتے ہیں اور نہ اس سے انحراف کرتے ہیں۔ اگر آپ کو کسی عالم پر اس قدر اعتماد اور وثوق نہیں جس قدر آپ کو اپنے امام پر ہے جس کے ذمہ پر آپ نے تربیت پائی ہے تو آپ اپنے امام کی ان نصوص کی طرف رجوع کریں جن میں سے بعض کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ یقیناً آپ کی تسلیٰ ہو چکے گی۔ اے مقلد! اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت دے، آپ جان لیجئے کہ لگا آپ اپ کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے ہماری ان گزارشات پر غور کریں اور ان کو سمجھنے کی کوشش کریں جو ہم نے اس کتاب میں آپ سے کی ہیں تو آپ کو اس امر میں کوئی شک نہیں رہے گا کہ آپ ایک عظیم خطرے سے دو چار میں اور یہ صرف اس صورت میں ہے کہ آپ اپنی عبادات و معاملات میں مرف واعیہ احتیاج کی بناء پر تقیید پر اقتدار کرتے ہیں اور اگر آپ تقیید کے گھٹیا مقام پر ہوتے ہوئے سالمندان کو فتویٰ بھی دیتے ہیں اور لوگوں کے جھگڑوں میں فیصلہ بھی کرتے ہیں تو آپ کو معلوم ہونا چاہتے ہے کہ آپ امتحان اور آزمائش میں مبتلا ہیں اور آپ کے ذریعے دوسروں کا امتحان اور آزمائش ہے کیونکہ آپ اپنے احکامات کے ذریعے خون بھائیں گے۔ لوگوں سے اُن کی املاک اور حقوق چھین کر دوسروں کو عطا کریں گے۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام محبرہ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ سے ایسی باتیں منسوب کریں گے جن کی قرآن و سنت میں کوئی سند نہیں۔ بلکہ آپ ایسی باتیں کریں گے جن کے متعلق آپ خود بھی نہیں جانتے کہ آیا وہ حق ہیں یا باطل۔ اس صورت حال کا اعتراف کرتے ہوئے آپ یہ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا کیا جواب ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حکام کو حکم دیا ہے کہ وہ بندوں کے درمیان اس ہدایت کے مطابق فیصلے کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے اور آپ خود نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت نازل کی ہے

اور آپ خود نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے پدایت نازل کی ہے اس سے اس کی مشار و مراوی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکام کو حکم دیا ہے کہ وہ حق کے مطابق فیصلے کریں بلکہ آپ خود نہیں جانتے کہ حق کیا ہے۔ آپ کا مسلک تو یہ ہے کہ ”بس میں نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنائے۔ اس نے میں بھی بھی کہتا ہوں۔“ اور اللہ تعالیٰ نے حکام کو عدل کرنے کا حکم دیا ہے بلکہ آپ خود عدل اور ظلم و جور میں ایسا کارنے سے فاصلہ ہیں۔ کیونکہ عدل وہ ہے جو شریعت کے مطابق ہے اور ظلم و جور وہ ہے جو شریعت کے خلاف ہے۔ یہ وہ مامور ہیں جن تک آپ جیسا مقلد ہیں پہنچ سکتا بلکہ وہ کوئی اور بے جوان پر مامور ہے۔ آپ اس خبر کو کیسے فاتح کر سکتے ہیں جس پر آپ مامور ہیں اور جس کے قیام کے لئے آپ کو بُلا یا نہیں گیا۔ آپ قصیلوں میں ان اصولوں پر کیسے عمل کر سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہدایات کے مطابق نہیں ہیں۔ ورنہ آپ کاشمار ان لوگوں کے زمرے میں ہو گا جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ كُبِيرًا نَزَلَ اللَّهُ جُو لوگ اللہ تعالیٰ کی اُماری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے۔ وہی لوگ

خالیم ہیں۔

(المائدہ ۳۵۔)

وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ كُبِيرًا نَزَلَ اللَّهُ جُو لوگ اللہ تعالیٰ کی اُماری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے۔ وہی لوگ

فاسد ہیں۔

(المائدہ ۳۶۔)

وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ كُبِيرًا نَزَلَ اللَّهُ جُو لوگ اللہ تعالیٰ کی اُماری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے۔ وہی لوگ

تین قسم کے فاسدی یہ کوہہ بالا آیات شریغہ کا اطلاق ان تمام لوگوں پر صادق نہ تا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے

نہیں کرتے اور آپ یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے کر رہے ہیں بلکہ آپ تو یہ اقرار کرتے ہیں کہ آپ نے فلاں عالم کے قول کے مطابق فیصلہ کیا ہے اور آپ نہیں جانتے کہ اس کا یہ قول جس کے مطابق آپ نے فیصلہ کیا ہے اس کی رائے پر مبنی ہے یا اس کا شمار ان مسائل میں ہوتا ہے جن پر اس نے کسی دلیل سے استدلال کیا ہے پھر آپ بھی نہیں جانتے کہ آیا اس کا استدلال صحیح ہے یا غلط اور آیا اس نے کسی قوی دلیل سے استدلال کیا ہے یا کسی کمزور دلیل سے۔ دیکھئے! آپ نے اپنے ساتھ کیا ہے۔ آپ کی چہالت صرف آپ کی ذات تک محدود نہیں بلکہ آپ نے بندوں کے معاملات میں بھی چہالت سے کام لیا۔ آپ نے قصاص کے فیصلے کئے حدود قائم کیں اور ایسے احکام کے ذریعے حرموں کی پرده دری کی جن کے متعلق آپ خود بھی نہیں جانتے۔ بہنات کا بڑا ہے خصوصاً ایسی چہالت جسے ایک جاہل شخص اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دین اور شریعت قرار دے دے مجھقین کے نزدیک ایسا شخص طاغوت ہے اگرچہ وہ تمیس کے باریک پر و بے میں متذمتو ہے۔ اے مقلد قاضی! ہمیں بتائیے آپ ان یمن قاضیوں میں سے کون سے قاضی ہیں جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "القضاۃ ثلاثۃ قاضیان فی النّار و قاضی فی الجنة" (قاضی ہمیں ہیں جن میں سے وجہ ہم میں جائیں گے اور ایک جنت میں) جہنم میں چانے والے قاضیوں میں سے ایک قاضی جو ناجنف فیصلے کیا کرتا تھا۔ دوسرا قاضی وہ ہے جو حق کے ساتھ فیصلے کرتا تھا۔ مگر حق کو جانے بغیر جنت میں جانیوالا قاضی وہ ہے جو حق کو پہچان کر حق کے مطابق فیصلے کرتا۔ کیا آپ قسم اٹھا سکتے ہیں کہ آپ حق کو پہچان کر حق کے مطابق فیصلے کرتے ہیں؟ اگر آپ کا جواب ہاں ہے تو خود آپ اور تمام اہل علم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اس دعویٰ میں جھوٹے ہیں کیونکہ آپ خود اعتراف کرتے ہیں کہ آپ کو حق کا علم نہیں۔ اور تمام لوگ مجتہد اور

متقلد کے اتیماز کے بغیر گواہی دیتے ہیں۔ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ میں تو صرف پانچ قول کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ یہ قول حق ہے یا باطل بیا کہ رُوئے زمین کے ہر متقلد کا یہی حال ہے۔

تو آپ اپنے اقرار کے مطابق ان دو قاضیوں میں شمار ہوتے ہیں جو جہنم میں جائیں گے۔ یا تو اس بنابر کہ آپ حق کے مطابق فیصلے کرتے ہیں۔ مگر حق کو جانے بغیر اس بنابر کہ آپ حق کے خلاف فیصلے کرتے ہیں کیونکہ آپ کا یہ فیصلہ دو امور سے خالی نہیں آپ کا فیصلہ یا تو حق کے مطابق ہے یا حق کے خلاف ہے۔ دونوں صورتوں میں نص کے مطابق آپ کا شمار جہنم میں جانیوالے قاضیوں میں ہوتا ہے۔ ہماری اس بات کو تسلیم کرنے میں دو امور کی بنابر پر کسی کو تردید نہیں۔

اقل:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاضیوں کی میں اقسام بنائی ہیں بھر ہر ایک کی صورت اس طرح بیان کی ہے جسے ہر ناقص و کامل اور جاہل و حالم سمجھ سکتا ہے۔

ثانی: متقلد یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ اس کے امام کی رائے حق ہے اور نہ وہ کہتا ہے کہ اس کے امام کی رائے باطل ہے بلکہ وہ اقرار کرتا ہے کہ وہ غیر کے قول کو بغیر محبت اور دلیل کے تسلیم کر لیتا ہے بلکہ اسے تو یہاں تک اقرار ہے کہ وہ دلیل کو سمجھ سے جانتا ہی نہیں۔ اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہ ایک ایسا فیصلہ ہے جس سے متعلق متقلد خود بھی نہیں جانتا ہے کہ وہ کیا ہے اگر وہ حق کے مطابق ہے تو اس نے بغیر علم کے فیصلہ کیا اور اگر یہ حق کے خلاف ہے تو اس نے بغیر حق کے فیصلہ کیا۔ بھی وہ دو قاضی پیش جو جہنم میں جائیں گے۔ اور متقلد قاضی دونوں صورتوں میں جہنم میں جائے گا۔

گنہگار عامی متقلد قاضی سے یادہ بخش کے قریبے عرب کہا کرتے ہیں۔

”براہی میں انتخاب اور پسندیدگی کا کوئی اپہلو نہیں۔“ وہ شخص خائب خاسر ہے۔ جو ہر حال میں ہبھیم سے نجات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ اے مقلد قاضی! آپ کو کس چیز نے تقیلید کی دلدل میں چنسا دیا اور کون سی مصیبت آپ کو اس مقام پر لے آئی ہے کہ اگر آپ اسی طرح فیصلے کرتے رہتے اور ان فیصلوں سے آپ نے توبہ کے ساتھ رجوع نہ کیا تو ہبھیم میں جائیں گے مختلف قسم کے گنہگار اور اہل معاصی آپ سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے خالق اور آپ سے زیادہ اللہ کے ہاں اس کی بخشش تکی امید رکھتے ہیں کیونکہ وہ گناہ کرتے ہیں مگر ساتھ ساتھ گناہ کر تو بہادر اس سے رجوع کا عزم بھی رکھتے ہیں۔ ہر گنہگار اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طالب رہتا ہے وہ اپنے نفس کو اس کی کوتاہی پر ملامت کرتا رہتا ہے۔ گنہگار ہمیشہ یہ چاہتا ہے کہ وہ موت سے پہلے پہلے تمام گناہوں کے میں کچیل سے پاک و صاف ہو جائے۔ اگر کوئی اس گنہگار کے متعلق یہ دعا مانگے کہ وہ ان گناہوں میں ہمیشہ عبلا رہے تو سُنْنَةِ دا لے شیئں گے کہ وہ اس کو اچھا کہنے کی بجائی مکونکو بلا بخلاف کہے گا۔

اگر اسے معلوم ہو جائے کہ وہ ذندگی بھراں گناہوں میں ملوث رہتے گا اور ان گناہوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گا تو روئے زمین اپنی تمام تر گُنّت دگی کے باوجود اس پتینگ ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ جانا ہے کہ گناہوں میں ملوث رہنا دخول ہبھیم کا موجب ہے۔ مگر یہ بے چارہ مقلد قاضی تو اس کے پیکس بسا اوقات اپنی تہائیوں میں اور اپنی نمازوں کے بعد یہ دعا مانگتا رہتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ قضا کی اس نعمت کو ہمیشہ اس کے پاس رکھے اس کا یہ عہدہ بھی زوال سے دوچار نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے عہدے کو سازشیوں کی سازش اور حسدوں کے حسد سے محفوظ رکھے۔ سازشی اور حسد اسے اس عہدے سے میزروں نہ کردا سکیں۔ اور کبھی کبھی یوں ہوتا ہے کہ اس عہدے سے میلحدہ کیا جائے والا شخص اس پر ہمیشہ رہنے کے لئے اس شخص کو رشتہ میں پیش کرتا ہے۔ جو اسے

اس کے عہد پر قائم رکھنے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے اور اس طرح وہ دنیا
و آخرت کے گھانے میں پڑھتا ہے وہ اس عہدے کے حصول کے لئے دین و
دنیا کو بھی واپر لگا دیتا ہے افسوس ہم خرید لیتا ہے مگر اس کے نزدیک بلند ترین مقصد
یہ ہے کہ عوام کا جمگھٹا اس کے سامنے ہوا اور ان کی پیش و پیکارا سے سنائی دے
رسی ہو۔ اگر وہ سمجھنے کی کوشش کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ کوئی بڑا
مرتبہ اور کوئی بلند مقام نہیں کیونکہ لوگوں کا اجتماع تو کسی پر تغیریکے نفاذِ جدوجہد
نکے باوجود قصاص لینے کے اور کسی کی اہانت کے لئے بھی ہو جاتا ہے با اقتدا
اس موقع پر اتنے لوگ جمع ہو جاتے ہیں کہ قاضی کی عدالت میں اس کا عشر
عشر بھی نہیں ہوتے۔ بلکہ یہو وعیت، طنز و تمنہ اور رقص دسرود کی محفلوں میں
قاضی کی عدالت سے کئی گناہ فیادہ لوگ ہوتے ہیں وہ سی سواری پر سوار ہوتے
ہوتے اور ایک دو خادموں کو اپنے ہم رکاب دکھ کر تھہر میں بتلا سو جاتے
ہے۔ بگرا سے معلوم ہونا چاہئے کہ ایک مملوک غلام جان عسکری اور تیک عام
یہودی اور عیسائی بھی اس سے زیادہ شاذ اس سواری پر سوار ہوتے ہیں اور اس
زیادہ خذام ان کی معیت میں ہوتے ہیں اب چیکہ یہ ذریعہ معاش اور حرام
کی خواہ پر عالمت میں اس کے لئے ہمیں کا سبب بنتے ہیں تو اسے معلوم ہونا چاہئے
کہ کام کا حج کرنے والے لوگ ٹنلا جو لا ہے جامِ قصاب اور موچی وغیرہ اس سے
زیادہ پر نعمتِ زندگی بس رکرتے ہیں اور اس سے زیادہ ان کو اطمینان قلب
حاصل ہوتا ہے کیونکہ وہ عہدوں سے مفرودیت کی تخفی سے ہے خوف ہوتے
ہیں اور ان پر اس قسم کی تہمت نہیں ہوتی کہ انہوں نے اپنے عہدے کی وجہ
سے اپنی حالت بدال لی ہے۔ وہ اپنی دنیا میں علیش و لذت سے رہتے ہیں۔
اپنے آپ سے مستمتع ہوتے ہیں اور نہایت شتم اور اطمینان سے چلتے پھر تیری
یہ تو تھا دنیا وی اعتبار سے۔ رہاؤں کا معاالماء خرت کے اعتبار سے تو ان کے
دل پوری طرح مطمئن ہوتے ہیں۔ انہیں معاش دنیا اور انتظامِ حیات کے ذرائع

اول اس باب کے بارے میں کسی سر اکا خوف نہیں ہوتا کیونکہ ان کا کسب سراسر حلالی اور ان کے ہاتھ اڑ لکا پ ٹلم سے دور ہوتے ہیں۔ ان کو کسی خون اور کسی سچی بیان میں جواب دہی کا خوف نہیں ہوتا بلکہ ان کے دل اُمید و رجاء سے بہر تریوچتے ہیں۔ یہ سب لوگ اس دار الشفا و اوت وکی و رست سے مکمل کردار میں نہتوں کے گھر میں ضریل ہونے کی اُمید رکھتے ہیں اور رہایہ مقلد قاضی تو یہ تلخ بینت کافی محرومی نعمت اور تکدر لذات کے احساس کا شکار ہوتا ہے کیونکہ اس دار الحکم پاس جب کوئی جھگڑا آتا ہے تو اسے مخالفین کی مخالفت اس کے احکام کو قبول نہ کرنے اور ان کی تعییل کرنے پر اصرار اور بچپنا ہٹ کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور غم و ہموم و شمنوں کی شدید مخالفت اور مقابلے سے رنج ہونا پڑتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مدد وہ تبدیلی احوال اقتدار کو زوال و شمنوں کی خوشی اور دوستوں کے سچے سچے خائف رہتا ہے اسے کوئی راحتہ اور کوئی نعمت ایچھی نہیں لگتی بلکہ وہ تمام عمر دن بھی دغم میں مُبلار پڑتا ہے ۔

آشَدُ الْغَمَّ عِنْدِي فِي سُرُورٍ

تَقْنَنَ عَنْهُ صَاحِبُهُ إِنْتَقَا لَا

(امیر نے زویک وہ نوشی سبے براغم ہے جس کے زوال کا خوش سونوا لے کوئین ہو) خاص طور جب کہ وہ تم رتبہ حاصلین اور مخالفین میں گھرا ہوا ہو تو یہ محدث اُس سے دل آزار باتیں سننا پڑتی ہیں۔ اس سے کہا جاتا ہے۔ ”لوگ آپ کے متعلق کہتے ہیں کہ آپ جاہل اور غلط کار ہیں۔“ کبھی اسے کہا جاتا ہے کہ

”فلان قاضی یا فلاں رفتی نے آپ کے فیصلے کے خلاف فیصلہ دیا ہے۔“

آپ کے علم کو گھایا ہے آپ کی قدر کو کم اور آپ کے روتبے کو گرا یا ہے۔“

کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ اس کے پاس وہ شخص آتا ہے جس کے خلاف اُس نے فیصلہ دیا ہے اور اس سے کھلے بندوں کہتا ہے۔ ”میر، آپ کے فیصلے پر عمل نہیں کر دیں گا۔“

اور اسی طرح اسے دیکھ سخت باتیں سُفنا پڑتی ہیں۔ اگر وہ اپنے فیصلے کا ذمہ دار کرتا ہے تو یہ جاہلی جذبہ اور شیطانی وطا غوثی مدافعت ہے جو کبھی تبعی منصب و مرتبہ کی حفاظت اور بے قدری اور سقوط جاہ سے فرار کئے آجھ رکھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے یہ بھی علم نہیں ہوتا کہ آیا حق اس کے ساتھ ہے یا اس شخص کے ساتھ ہے جس نے اس کے فیصلے کے خلاف فیصلہ کیا ہے۔ اور کیونکہ یہجاں اسے کو خود بھی اعتراض ہے کہ وہ نہیں جانتا کہ حق کس کے ساتھ ہے اور اس کی عدالت میں مُقدارے لے کر آنے والوں میں سے کوئی اس کی مذمت کر رکھے اور کوئی اس کی شکایت کرتا ہے کہ قاضی نے اس کے مخالف سے رشوت لے کر فلط فیصلہ کیا ہے اس قاضی کے خلاف شکایت اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ قاضی کے مخالفین اس کے کان بھرتے ہیں۔ ان مخالفین کی نظریں اس کے عہدہ پر ہوتی ہیں یا وہ اس قاضی کے اختیارات کی نیابت یا اس کے کسی علیہ کے متعلق ہوتے ہیں۔ یہ حکوم علیہ ان کے پاس جاکر شکایت کرتا ہے اور ان سے فتویٰ پوچھتا ہے یہ لوگ قاضی کے فیصلے میں نادر اختلافات اور دشوار قسم کے پہلو تلاش کرتے ہیں بچرا اس فیصلے کے خلاف اپنے تبصرے تحریر کرتے ہیں وہ اپنی تحریروں میں اس قاضی کے خلاف بعض دفعہ اس قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں جس سے قاضی کو رنج پہنچتا ہے اس طرح قاضی کے غم و ہموم اور پریشانیوں میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ ذیرہ ان علماء کا ہے جو اس کے ہم بر مقفلد ہیں۔

قاضی کے لئے مجہہ ہونا ضروری ہے، علمائے اجتہاد تو میں کے فیصلے کو کوہرے ہی سے باطل سمجھتے ہیں کیونکہ اس کا شمار ان قاضیوں میں ہوتا ہے جن کو جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔ وہ سرے سے اس کو نہ قاضی سلیم کرتے ہیں اور نہ اس کے فیصلوں کو ملتے ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس اس بات کی دلیل موجود

ہے کرتا خاصی بننے کا اہل صرف وہی ہے جو صاحب اجتہاد ہو۔ اور مقلد خواہ درع تقویٰ اور عفت میں اولیا مسکے مقام پر ہی کیوں نہ پہنچ جاتے۔ مگر ان کے نزدیک اگر وہ اپنے آپ کو اس قضائی کے عمدے سے پر قائم رکھے ہوئے ہے۔ تو وہ معصیت پر مضرب ہے۔ وہ اس قاضی کے فیصلوں اور احکام کو بھی اسی مقام و مرتبہ پر رکھتے ہیں جس پر دیگر عالم اہل تعلیم کو رکھتے ہیں جو نہ قاضی ہوتے ہیں نہ مفتی۔ وہ اس کے فیصلوں کی ان تمام دستاویزات کو باطل قرار دیتے ہیں، جن پر اس کے دستخط ہوتے ہیں جس میں حرام کو ملال اور حلال کو حرام ٹھہرا یا گیا ہو۔ بلکہ اگر اس کے فیصلے صحیح بھی ہوں۔ تب بھی وہ ان کو تعلیم نہیں کرتے کیونکہ یہ ایسے قاضی سے صادر ہوئے ہیں جس نے اگرچہ حق کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ مگر اسے معلوم نہیں کہ یہ فیصلہ حق ہے۔ قیامت کے روز اس کا شمار ان قاضیوں میں ہو گا جو ہم کے سنت میں اور دنیا میں اس کا شمار ان لوگوں میں ہے جو قضاۓ کے عمدے سے کے اہل نہیں۔ اس کو وہ مقام وہنزاں دینا جائز نہیں جو اہل اجتہاد قاضیوں کے لئے ہے۔

لہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا اس شخص کے جو صاحب اجتہاد نہیں ہے اپنے امام یا کسی دوسرے امام کے ذمہ بکار کے مطابق فتویٰ دینا جائز ہے؟ اہل علم کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ ایسے شخص کے نئے فتویٰ دینا جائز نہیں۔ کیونکہ مفتی کا لفظ ایسے شخص کے نئے فتح کیا گیا ہے جو لوگوں کے دینی امور کو قائم کرتا ہے جو قرآن و سنت کے حرم و حرام و حرام و منحر کو محول کرنے اور استباحت کی اہمیت رکھتا ہے۔ معمانی مفتی کے نئے مبنی شرائط کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

اول: اجتہاد کی اہمیت ثانی: محدث ثالث: تقابل اور خصتوں سے امتناب

بعض اہل علم اس طرف گئے ہیں کہ مقلد ایک شہزادے کے ساتھ مجتہدین میں سے کسی مجتہد کے نزدیک مطابق فتویٰ دے سکتا ہے کہ مفتی صاحب نظر پر اور وہ اس مجتہد کے قول کے ماغبہ سے آگاہ ہو دندنہ اس کے نئے فتویٰ دینا جائز نہیں۔ بعض نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے مگر یہ دعویٰ صحیح نہیں۔ (ارشاد المغول ص ۲۶۹)

مُقلد قاضی کی بے چلدرگی اس تام تفصیل کے بعد معلوم ہونا پڑتا ہے کہ خوست کا مارا ہوا یقاضی یادشاہ اور اس کے منہ چڑھے اعوان و مصالحین کی خوشامدگر تاریخ ہے۔ ان کی ایسا حکمت کرتا ہے، ان کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے ان کے مخلوق کا طواف کرتا ہے اور ان کی دیواریں پر تاحارگڑھتا ہے۔ اگر وہ یہ کام نہیں کرتا تو اس نے ساتھ ان کلمہ ویراں قدر سخت ہوتا ہے جس سے اس کی توبہ اور بے قدر ری ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس نے اعوان و انصار اس کے ذریعے فوائد حاصل کرتے پہن لائے اس کے ذریعے دولت کماتے ہیں اور وہ اگرچہ اس کی تنظیم کرتے ہیں اس کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ بیٹھتے ہیں مگر وہ اس کے حق میں اس کے دشمنوں سے زیادہ نقصان ہے۔ ساتھ کیونکہ وہ لوگوں سے اموال لٹکھتے ہیں اور دیلوٹ کھسٹت وہ اسی کے اختیارات کے ساتھ سے ہیں کرتے ہیں یعنی خود پر اکارنا ضمیم خیر خاط اور غافل قسم کا شخص ہوتا اور تام معاملات پر نظر نہ رکھتا ہو تو بات بڑھ جاتی ہے وہ اپنا دین قاضی کی طرف مسُوب کر دیتے ہیں وہ اپنا علم وجود اس کے ذمے لگادیتے ہیں کبھی تو وہ اس کی طرف تقصیر بخشد اور کبھی غفلت اور عدم تنبیہ مسُوب کرتے ہیں کبھی وہ کہتے ہیں کہ اس کے اعوان و انصار جو لوٹ کھسٹ کر رہے ہیں۔ اس میں اس کا بھی ہاتھ ہے یہی اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اگر یہ معاملہ نہ ہوتا تو اس نے اپنے اعوان و انصار کو لوٹ کھسٹ کی ہرگز مکھلی بھی نہ دی ہوتی۔

نیز اس کی سب سے زیادہ مذمت کرنے والے اس کو برا بھلا کہنے والے یہی اعوان و انصار ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ تام فوائد صرف اس سے حاصل ہوں جب کوئی فائدہ ان سب میں تقسیم ہوتا ہے یا اس قاضی کی اہلیت کی بھی وہی شرائط میں جو مفتی کی اہلیت کیلئے ہیں کیونکہ بقول ابن القیم قاضی اور مفتی میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں کہ قاضی اپنے فتوے اور حکم کو لازم اور زاندگر تاریخ اور مفتی اپنے فتویٰ کو لازم نہیں کرتا۔ (اعلام الموقعین ۲: ۱۸۵)

فائدے میں نزارع کے وقت یہ فاضی کسی ایک کے حق میں فیصلہ کرو دیتا ہے تو باقی تمام لوگوں کے دل غصے اور کینے سے بربزی ہو جاتے ہیں وہ اپنی مجاہس میں اس کی مذمت کرتے ہیں۔ خاص طور پر اس کے دشمنوں اور مخالفین کے پاس جا کر اس کے خلاف بایں کرتے ہیں۔ ان کی موجودگی میں جو وہ فیصلے کرتا ہے پھر اس میں کیڑے نکالتے ہیں۔ وہ کلام میں تحریف کرتے ہیں کبھی وہ کہتے ہیں کہ یہیں نے اس قیصلے میں چھالت سے کام لیا ہے کبھی کہتے ہیں کہ اس نے غلقی میں ہے کبھی کہتے ہیں کہ اس نے رشوت کے فیصلہ کیا ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ اس نے مراہنست اور خوشامد سے کام لیا ہے بالحملہ وہ ان سب کو اپنے میں کر سکتا۔ کوئی دکولی ایسا ضرور ہوتا ہے جو ہر حالت میں اس کی غیریب ہوئی کرتا ہے یہ ان لوگوں بھی ہے نیاز بھی نہیں ہو سکتا اس نکے لئے ان کی طرف سے محنت و ابتلاء کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حالانکہ وہ اس سے دوست یار ہوتے ہیں۔ اس سے امر و بری اور اس کے عہدیدے سے قابو اٹھتے ہیں۔ بعض متقدیں قضاۃ کا مقولہ ان پر گتنا صادق آتا ہے کیونکہ صرف ایسا شخص ہے جو ان کو آذا نہ سکتا ہے جو بے جا حمایت اور فرمودہ رکھتا ہے ملک اور عہد سے تاذ و تادری کو لوگ باہر نکلتے ہیں۔ البتہ کبھی کبھی یوں ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں بعض لوگ ان اوصاف سے منصف نہیں ہوتے۔

اس دنیا میں تو اس مقلد قاضی کا یہ حال ہے رہا آخرت میں اس کا طلبی ہے تو گزشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ اس کا شمار ان دو قاضیوں میں ہوتا ہے جو کسی صورت ہجت میں جانے سمجھنے نہیں سکیں گے جیسا کہ اس ہجت اور اس کی تحقیق سابقہ طور میں گزر چکی ہے وہ دنیا میں بھی جیسا کہ تم یہاں لکھ چکے ہیں ہمیشہ رُج اور خوف کی حالت میں رہتا ہے جو لوگوں کے خون اور بال قرآن و سنت کی کسی دلیل اور بصیرت کے بغیر مجرم تعلیم اور جہالت کی بنیاد رکھتے گے فیصلوں کی آخرت میں جواب ہی کے تصور سے پیدا ہوتا ہے حالانکہ قرآن میں صریح اس چیز پر عمل کرنے سے روک دیا گیا ہے جس کے متعلق علم نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ^۱ کسی ایسی چیز کے پیچے نہ گک جس کا تجھے علم نہ ہو۔
(بني اسرائیل - ۳۶)

علم و گمان کی پیروی کی ممانعت اور اس معنی میں قرآن مجید میں بہت کثرت سے آیات وارد ہوئی ہیں متعلق علم اور طن صیح دنوں سے محروم ہوتا ہے اگر قرآن مجید میں اس کی ممانعت صرف وہی آیات ہوتیں ہیں جن کا ہم گوشہ سمجھتے ہیں ذکر کرچکے ہیں جیسے وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ كُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ كُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ اتو کافی تھیں حلاکو اس ساتھ ساتھ دیگر بہت سی آیات ہیں جن میں صراحت سے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت حق اور عدل کے ساتھ فیصلے کئے جائیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ثابت ہے کہ جو کوئی حق کے خلاف فیصلہ کرتا ہے یا حق کے مقابل فیصلہ کرتا ہے مگر اسے علم نہیں ہوتا کہ یہ حق ہے۔ تو اس کا شمار ہبھی قاضیوں میں ہو گا۔

متقلد مفتی کیلئے فتویٰ نیا جائز نہیں اگر آپ یہ کہتے کہ ایک متقلد

قاضی بنے کا اہل نہیں اس لئے اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ قاضی بنے۔ اور نہ کسی اور کے لئے جائز ہے کہ وہ اسے قاضی کے عہدے پر خائز کرے۔ تو اس مفتی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جو تقلید کا دام بھرتا ہے۔ تو یہیں کہتا ہوں کہ اگر آپ اس مسئلے میں لوگوں کے مذاہب ان کی قیل و قال اور مفتی کی اہمیت کے لئے شرائط اور دیگر امور کے متعلق معلوم کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو یہ تمام چیزیں فرمادہ اہمیں نقیمین نہایت شرح و بسط سے مل جائیں گے۔ اور اگر آپ اس پاٹے لئے علامہ ابن القیم نے مفتی کی شرائط، فتویٰ کے آداب، مفتی اور فتویٰ کے دیگر سائل کے متعلق اپنی کتاب اعلام المؤقعن میں بڑی عمدہ اور سیر حاصل بحث کی ہے۔ ملاحظہ ہوا علام الموقعن جلد ۲ ص ۱۵۱ تا ص ۲۶۵

۱۷۵

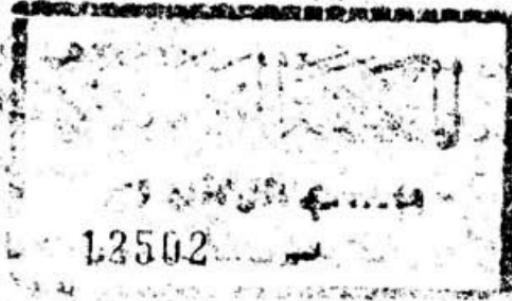
یہ میری رائے اور میرے اعتقاد کے بارے میں پوچھتے ہیں تو میرے نزدیک کسی مقلد مفتی کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی ایسے شخص کو فتویٰ دے جو اس سے اللہ اور رسول کے حکم حلت کسی شرعی حکم اور کسی حلال یا حرام کے متعلق پوچھتا ہے۔ کیونکہ مقلد کو ان امور میں سے کسی کی بھی تحقیق نہیں۔ بلکہ ان امور کو مجہد کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا۔ اسی طرح اگر سائل اس سے مذکورہ بالا امور کی قید کے بغیر کوئی سوال کرتا ہے تو مقلد کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان میں سے کسی کے بارے میں فتویٰ میں۔ کیونکہ سوال مطلقاً ہے جو شریعت مطہرہ کی طرف راجح ہے کسی صاحب رائے کے قول کی طرف نہیں لوٹتا۔ اگر سائل اس سے فلاں امام کے قول اور فلاں امام کی رائے کے مطابق فتویٰ پوچھتا ہے تو مقلد کے لئے اس کے مطابق فتویٰ دینا جائز ہے۔ اس امام کا قول نقل کرنے اور ردِ ایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ بشرطیکہ وہ اس امام کے قول اور مذہب کی کماحتہ معرفت رکھتا ہو۔ کیونکہ سائل نے ایک ایسے امر کے متعلق سوال کیا ہے جس کو ردِ ایت اور نقل کرنا ممکن ہے اور یہ اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے اور بلا علم بات کرنا شمار کرنا نہیں ہوگا اور نہ اسے قرآن و سنت کی تبعیر اور استنباط کیا جائے گا۔ تفصیل صحیح ہے اور کوئی انصاف پسندِ شخص س کا انکار نہیں کر سکتا۔

مُحَمَّد مفتی اور مقلد مفتی

اگر آپ یہ پوچھیں کہ کیا صاحبِ اجتہاد کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو فتویٰ دے جو کسی خاص امام کے قول اور مذہب کے مطابق فتویٰ پوچھتا ہے۔ تو میں کہوں گا کہ ایک شرط کے ساتھ جائز ہے اگر اس امام کا قول یا رائے صحیح نہیں تو اس کو نقل کرنے کے بعد اس کی عدم صحت کی تصریح کر کے حق و صواب کی طرف راہنمائی کر دے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل علم پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے حق کو واضح کر دیں اور یہ صاحبِ اجتہاد بھی اہل علم میں سے ایک ہے اور خاص طور پر اسوقت

جیکہ سائل اس فتویٰ کے متعلق یہ اعتماد کرئے گا کہ مفتی جو کچھ کہتا ہے وہ صوبہ ہے جس واسع کرنا بہت ضروری ہے نیز اس مجتہد کا ایسے مذہب کو نقل کر کے اس پر خاموش رہنا جو خلاف صواب ہے۔ یہ ہے ساوے لوگوں کو اس قسم میں بتلا کر دے گا کہ یہ حق ہے۔ اس موقع پر سکوت اختیار کرنا بہت بڑی برا آئی ہے اگر اپنے اصرار پر وہ اپنی جان کے بارے میں کسی قسم کا خطہ محسوس کرتا ہے تو وہ فتویٰ ہی نہ دے اور استقدام کریں اور کے حوالے کر دے۔ اگر اس سے کوئی ایسی چیز نہیں پوچھی گئی جس کی توضیح اس سرواجب پوتب اگر ضرورت اس بات کی کے ساتھ یہ بتا دے جس سے فتویٰ طلب کرنے والے کو کوئی تنک نہ رہے کہ فلاں امام کا مذہب اور فلاں امام کی رائے ہے جس کے متعلق مستفتقی نے سوال کیا ہے اور اس کے علاوہ اس نے کچھ نہیں پوچھا۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ أَقْلَّ وَأَحَدٌ



اسلام کے مناسن مسح عدل

(زیر طبع)

تصنیف: امام ابن قیم الجوزیہ

ترجمہ تعلیم: پروفیسر طیب شاہین تودھی

یہ گرافقد رکتاب علامہ ابن قیم کی مشہور کتاب "الطرق الحکیمیہ فی ایساۃ الشرعیۃ" کا ارد و ترجمہ ہے۔ جو یہ فیسر طیب شاہین تودھی کے قلم کی کاوش کا نتیجہ ہے، اس کتاب میں فاضل مصنف نے قرآن و سنت کی روشنی میں بعضی بہتر قانونی نکات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اسلامی عدالتیں کے فضیلوں کے مناسن مسح، شہادت کے صابطوں، اس کے نصاب اور اسلام کے نظام احتساب پر قلم آٹھا ہے۔ دوران بحث فاضل مصنف نے اسلام کے مایہ ناز جوں کی قیامت کے بعض مستند واقعات کا بھی ذکر کیا ہے۔

مترجم نے ترجمہ کو با محاورہ بنانے کے ساتھ ساتھ قانون کے طبلہ و محققین کے لئے قرآن و حدیث اور فقہائے اسلام کے اقوال کے اصل حوالہ جات دقت نظری سے تلاش کر کے خواشی میں درج کیا ہے۔ جس سے کتاب کی افادت بڑھ گئی ہے۔



نشر السنۃ بیرون بوہرگی ٹولیان
حکم دلائل و براین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مَدْرَجُ السَّالِكِينَ

(بِزِيْر طَبِيع)

تصنيف: الامام السلفي ابن قيم الجوزية

ترجمہ: پروفیسر طیب شاہین لودھی

علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن قیم اہل علم میں ایک بحث علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن قیم اہل علم میں ایک بحث قیمتی اور سیرت نگار کے طور پر مشہور ہیں میکن مدرج السالکین کے مطالعہ سے حقیقت عیال ہوتی ہے کہ وہ کوچہ تصوف کے بھی رہنمائی تھے۔ وہ نہ صرف ارباب طریقیت کی اصطلاحات تصوف کے اسرار درموز، اس کے مقامات منازل اور اس کی عبارات و اشارات پر کامل عبور رکھتے تھے بلکہ انہیں اہل سلوک پر گزرنے والے احوال و ارادات کا بھی کامل ادراک تھا۔

”مدرج السالکین“ میں علامہ ابن قیم نے قرآن و سنت کی روشنی میں نہایت متوازن طریقے سے تصوف کے نظریات، اس کی منازل و مقامات اور اس کی واردات کا تجزیہ کیا ہے۔ قرآن و سنت کی میزان پر ان کا صحیح منہج اور ان کی قدر قیمت یہ ہے کہ ان کی روشنی کی ہے! صحابہ تصوف کے اشغال و احوال اور ان کی اصطلاحات کو اس میزان پر جانچا ہے۔

اُردو داں اہل ذوق کے نئے پروفیسر طیب شاہین لودھی نے ”مدرج السالکین“ کو اُردو میں منتقل کر کے نہ صرف ادبیات اُردو میں تصوف کی ایک عظیم ادراچھوٹے کتاب کا اضافہ کیا ہے بلکہ تصوف کے بارے میں سلفی نقطہ نظر پیش کرنے میں بھی کامیاب ہوتے ہیں۔ ”حقیقت تصوف“ کے عنوان سے فاضل مترجم کا ایک مبہوت مقدمہ تحریک شامل ہے۔

نشرِ ستہ بیرونِ بوہنگلیٰ ملستان

نرخ نامہ مکہم میں سال ۱۹۸۲ء

فاروقی کتب خانہ کی مطبوعہ معیاری کتابیں

۲۰/-	کتاب الحکم والاسلام (ابن دطلابی)	زیر طبع	جوابات نصاریٰ	قرآن مجید ترجیحہ مولانا شاہ احمد امرتسری
۱۷/۵۰	کتاب ابن حجر	زیر طبع	حقیقت تقدیر اجتہاد (ابن حجر سکانی)	ارشاد و فضول الی علم الاصول
۲۵/-	کفارات الحطایا و موجبات المغفرة	زیر طبع	خطبات شیعیانی	استیصال القلیدہ دیگر رسائل از
۲۵/-	کتاب الاصفات	زیر طبع	خطبات التوحید (مولانا یوسفی)	مولانا مکہم جد العزیز ناظر مقاماتی
۲۵/-	کتاب الاصفات	زیر طبع	زاد الطالبین	ابوالاطر شر قصب اسکر
۲۸/-	کتاب الاصفات	زیر طبع	اسنن الکبریٰ ۱۰ جلد مکمل	نظم بخت الفکر
۱۰/-	گلستان ترجم	زیر طبع	سنن الدارقطنی	اسلامی منایع عمل (ابن قیم)
۹/-	المحات لیل ایان اووار اباری عن النظم	زیر طبع	سنن الدارمی	اسلام کی پہلی تاجیمی مجلد
۱۸/-	مراوح الارواح	زیر طبع	شرح بختۃ الفکر	اسلام کی ساتویں تاجیمی مجلد
۱۰/-	مقدمہ ابن صلاح	زیر طبع	شورش کامل	اسلامی و فتاویٰ
۳/-	مسند عربین بعد العزیز	زیر طبع	اصارم المسول علی شاعم الرسول	اصطلاحات الحدیث
۸/-	مفید الطالبین	زیر طبع	صرف بہائی	شیخ العیث مولانا سلطان محمد حنفۃ
۷/-	منظق مولانا بعد الله غازی پوری	زیر طبع	ضریری	اصول الشاشی
۵/-	المنطق	زیر طبع	طب روحاںی	الفہیہ الحدیث
۳/-	الراسل (ابن ای حاتم)	زیر طبع	الطرق الکھیفی ایسا یہ الشرعیہ	ایضاً المطالب رشح اذو کافیہ
۸۰/-	مسئلہ الاجتہاج بالش فتنی	زیر طبع	اردو ترجمہ (ابن ای حاتم)	البلاغ المبین
۳۸/-	مرعاۃ المغایع شرح مشکوکہ المصباح	زیر طبع	عون المعبود مکمل	بلبغ المرام ترجمہ اعلیٰ کاغذ
۷/-	نواب مظفر غزال شہید	زیر طبع	عمل الحدیث (ابن ای حاتم)	ادنی کاغذ
	نماز نبی می مترجم	زیر طبع	عربی بول پال	عربی
	پسی مطبوعات کے علاوہ	زیر طبع	قصویل اکبریٰ	پنج کتاب فارسی
	ہمایے پاس لاہور، ملستان	زیر طبع	فیصلہ قالمان حسین دیگر رسائل	پسند نامہ رشح اذو
	اور کراچی کے اکثر اداروں کی	زیر طبع	مکہم جد العزیز ناظر مقاماتی	تفہیم المذاہج شرح برقوی
	مطبوعات ہرقت موجود	زیر طبع	الغواہ الصمدیہ	تحفۃ الاحذی
	رہتی ہیں	زیر طبع	فیوض الحرمین	ترکی مسلمان مولانا شاہ احمد امرتسری
۵/-	ادارہ	زیر طبع	القول المفید اذ و ترجیحہ (ابن حجر سکانی)	قیصر ابن عیاض
		زیر طبع	قال اقوال	تیمور صلطان الحدیث
		زیر طبع		جمال القرآن